زیر مطالعه کتاب (مقالات خواجه محمد قاسمؒ) خواجه صاحبؒ کی چھوٹی بڑی علمی وتحقیقی تحریروں کا مجموعه هے جو انھوں نے مختلف موقعوں پر لکھی تھیں۔ احباب جماعت کی خواهش تھی که ان تحریروں کو یك جا کر کے کتابی صورت میں شائع کیا جائے لهذا یه کتاب پیش خدمت هے۔

حافظ محمد قاسم خواجه

مکتبه دار الحرمین 199 بی ماڈل گوجرانواله

ابراهیم اکیڈمی نعمانیه روڈ گوجرانواله

نام کتاب　مقالات خواجہ محمد قاسم رحمہ اللہ

نام مصنف　حافظ محمد قاسم خواجہ

تعداد　1100

سن اشاعت　2007ء

اہتمام　ابراہیم اکیڈمی، نعمانیہ روڈ، گوجرانوالہ، فون: 0321-6966921

ناشر　مکتبہ دارالحرمین، 199بی، ماڈل ٹاؤن، گوجرانوالہ 0321-6423420

پرنٹر　آئی اے کیو پرنٹنگ پریس، چوہدری کالونی، اوکاڑا، 044-2524430

ملنے کے پتے　لاہور

مکتبہ قدوسیہ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور، مکتبہ اسلامیہ غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور

اسلامی اکادمی، اُردو بازار، لاہور

گوجرانوالہ

مکتبہ دارالحرمین، 199بی، ماڈل ٹاؤن، گوجرانوالہ مدینہ کتاب گھر، اُردو بازار، گوجرانوالہ

والی کتاب گھر، اُردو بازار، گوجرانوالہ　مکتبہ نعمانیہ، اُردو بازار، گوجرانوالہ

اوکاڑہ: ابراہیم اکیڈمی، اسلامی لائبریری، چوہدری کالونی، اوکاڑہ

گفٹ دینے والے کا نام ....

گفٹ وصول کرنے والے کا نام..............................

گفٹ بھیجنے کی تاریخ ....

زیر مطالعه کتاب (**مقالات خواجه محمد قاسمؒ**) خواجه صاحب کی چھوٹی بڑی علمی وتحقیقی تحریروں کا مجموعه هے جو انهوں نے مختلف موقعوں پر لکھی تھیں۔ احباب جماعت کی خواهش تھی که ان تحریروں کو یک جا کرکے کتابی صورت میں شائع کیا جائے لهذا یه کتاب پیش خدمت هے۔

حافظ محمد قاسم خواجه

مکتبه دار الحرمین 199 بی ماڈل گوجرانواله

ابراهیم اکیڈمی نعمانیه روڈ گوجرانواله

خواجہ صاحب کی حیات وخدمات

ابتدائی حالات: خواجہ صاحب 1933 کو لاہور میں پیدا ہوئے۔آپ کا تعلق کشمیری خاندان سے ہے۔آپ کے دادا ولی داد کشمیر سے ہجرت کر کے گوجرانوالہ پہنچے تو یہیں قیام پذیر ہو گئے ۔ بڑی سادہ طبیعت کے مالک تھے۔آپ کے دادا اللہ دتہ ریلوے میں ملازم تھے۔مختلف جگہوں پر بطور اسٹیشن ماسٹر نوکری کرتے رہے۔ایک ولی اللہ شخصیت تھے اور صاحب کرامت تھے۔دین میں کسی قسم کی مداہنت برداشت نہیں کرتے تھے۔گھر میں کسی فرد کی طرف سے زرا بھی دین کی خلاف ورزی ہوتی تو سخت ناراض ہوتے۔بعض اوقات بائیکاٹ کر دیتے تھے۔

ایک اہم واقعہ: اوائل عمر میں جب آپ کے دادا کو ابھی کوئی خاص دینی معلومات نہ تھی۔ان کے دفتر میں ایک قادیانی ملازم تھا۔وہ روزانہ ان کو مرزائیت کی تبلیغ کیا کرتا تھا۔حتیٰ کہ اللہ دتہ نے آمادگی کا بھی اظہار کیا اور وعدہ کیا کہ کل آنا پھر تمہارا دین قبول کر لیں گے۔دوسرے دن جب دفتر پہنچے ابھی وہ ملازم نہیں آیا تھا کہ ایک خوفناک زلزلہ آتا ہے جس نے ہلا کر رکھ دیا اور آپ کے داد نے جان لیا کہ یہ صرف میرے لیے آیا تھا اللہ تعالیٰ مجھے بچانا چاہتا تھا۔جب وہ ملازم آتا ہے تو آپ صاف انکار کر دیتے ہیں پھر بات ختم ہوگئی۔بعد میں آپ زبردست مواحد ہو گئے (اللہ تعالیٰ نے ان کو اس لئے قادیانی بننے سے بچالیا کہ ان کے خاندان سے اللہ تعالیٰ نے دین کے عالم پیدا کرنے تھے۔حافظ قرآن پیدا کرنے تھے۔اس خاندان سے اپنے دین کا کام لینا تھا۔آپ کے والد خواجہ عبد العزیز بھی بہت نیک متقی پرہیز گار اور پر وقار شخصیت تھے۔آپ کے والد بھی گورنمنٹ کے ملازم تھے۔لاہور A.G آف میں سپرنٹنڈنٹ تھے۔ان کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ اپنے پاس دو قلم رکھتے۔اگر سرکاری کام ہوتا تو سرکاری قلم اور سیاہی استعمال کرتے۔اگر ذاتی کام ہوتا تو اپنا قلم اور سیاہی استعمال کرتے تھے۔جماعت اہلحدیث کے ساتھ بہت تعاون کرتے تھے۔بڑے مہمان نواز تھے۔اکثر علماء

کرام کی میزبانی کا شرف حاصل ہوتا رہتا تھا۔آپ کا امیر المجاہدین حضرت مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی اور انکی جماعت کے ساتھ بھی خصوصی تعلق رہا اور بہت تعاون کرتے رہے۔کئی اہم اجلاس خواجہ عبدالعزیز صاحب کے گھر ہوتے۔اس لئے شروع ہی سے خواجہ محمد قاسم صاحبؒ کو ایک بہتر اور علمی ماحول ملا اور اچھی تربیت میسر آئی۔

مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ خواجہ صاحب کی کتاب قبر پرستی کے پیش لفظ میں فرماتے ہیں۔حافظ قاسمؒ ان نوجوانوں میں سے ہیں جن کے خمیر میں توحید سمو دی گئی ہے۔وہ ان معنی میں نجیب الطرفین ہیں کہ ان کے ننھیال اور دادھیال دونوں پختہ قسم کے مواحد تھے۔

تعلیم: شروع میں آپ کو مشنری سکول میں داخل کروایا گیا جہاں انگریز اساتذہ پڑھاتے تھے۔ایک دفعہ آپ کے والدین لاہور کی تاریخی مسجد چینیاں والی میں گئے۔قاری فضل کریم مرحوم جو اس وقت وہاں مدرس تھے۔ان کا قرآن پاک سنا تو بہت متاثر ہوئے۔بیٹھے بیٹھے فیصلہ کر لیا کہ اپنے بچوں کو قرآن پاک کا حافظ بنائیں گے اور اسی قاری صاحب سے حفظ کروانا ہے۔لہٰذا آپ کو اور آپکے بھائی محمد یوسف خواجہ کو مدرسہ میں داخل کروا دیا گیا۔خواجہ عبدالعزیز صاحب چھ مہینے گرمیوں کے مقبوضہ کشمیر گزارتے تھے۔اس لئے ایک دفعہ چھ مہینے کے لئے قاری فضل کریم صاحب کو بھی ساتھ لے گئے تاکہ بچوں کی تعلیم کا حرج نہ ہو اور دوسری دفعہ حافظ محمد شفیع امرتسری کو لے گئے۔

تو اس طرح خواجہ محمد قاسمؒ نے پنجاب مسلم ہوٹل سری نگر میں قرآن پاک ختم کیا۔خواجہ صاحب نے دو سال شوپیاں کشمیر میں نماز تراویح پڑھائی۔خواجہ صاحب بہت اچھے لہجے میں قرآن پڑھنے والے تھے۔تعلیم کے دوران ہی خواجہ صاحبؒ کی فیملی لاہور سے گوجرانوالہ منتقل ہو گئی۔چنانچہ پاکستان بننے کے بعد جامعہ محمدیہ چوک اہلحدیث گوجرانوالہ میں دونوں بھائیوں خواجہ محمد یوسف اور خواجہ محمد قاسمؒ نے نمازِ تراویح پڑھانا شروع کی لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد ذوق وشوق سے قرآن پاک سننے کے لئے آتی تھی۔تراویح کا سلسلہ کافی دیر تک جاری رہا۔خواجہ صاحبؒ جامع مسجد بلال (نعمانیہ روڈ) میں کئی سال نمازِ تراویح پڑھاتے رہے۔پرانے لوگ اب تک ان کا قرآن پڑھنا یاد کرتے ہیں۔

خواجہ صاحبؒ نے حفظ القرآن کی تکمیل کے بعد درس نظامی کی تعلیم حاصل کرنی شروع کی۔اس

سلسلہ میں آپ دارالعلوم تقویۃ الاسلام لاہور جامعہ اسلامیہ چاہ شاہاں اور جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں زیر تعلیم رہے جامعہ محمدیہ میں حدیث شریف کی کسی کتاب کے پہلے سبق کے لئے حضرت مفتی عبداللہ صاحب محدث روپڑیؒ کو مدعو کیا گیا تو طلبہ میں سے آپ نے پہلی حدیث کی قرأت کی۔

آپ کے مشہور اساتذہ: مولانا سید محمود غزنوی، شیخ الحدیث مولانا محمد عطاء اللہ بھوجیانی، حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی، محدث زماں حضرت حافظ محدث گوندلوی، شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوالبرکات احمد صاحب علیہم الرحمۃ تھے۔

خواجہ صاحب کا تعلیمی ریکارڈ بہت اچھا تھا جس مدرسہ میں بھی تعلیم حاصل کی۔ ہمیشہ پورے مدرسہ میں اول آتے رہے۔ ممتحن اپنے تاثرات میں ان کے لئے تعریفی کلمات لکھ کے جاتے اور کہتے کہ یہ طالب علم انعام کا مستحق ہے۔ تمام اساتذہ اپنے اس ہونہار شاگرد سے بہت خوش تھے۔

اعزاز : محدث زماں حضرت حافظ محمد محدث گوندلویؒ اپنے اس شاگرد سے اتنے خوش اور مطمئن تھے کہ فرمایا کہ اب میں اس دنیا سے چلا بھی جاؤں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں کیونکہ میرے بعد میرا شاگرد خواجہ قاسم تیار ہو گیا ہے یعنی اس قابل ہو گیا ہے۔

درس نظامی مکمل کرنے کے بعد عربی فاضل کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا اور اس کے ساتھ عصری تعلیم بھی B.A تک حاصل کی۔ مزید اعلیٰ تعلیم کیلئے مصر الاظہر یونیورسٹی جانے کی تیاری ہو رہی تھی کہ والد صاحب کا انتقال ہو گیا تو ذمہ داری پڑ جانے کی وجہ سے الاظہر نہ جا سکے اور اپنے بھائی خواجہ محمد یوسف کے ساتھ کاروبار میں شریک ہو گئے۔

تدریس اور خطابت: شادی سے چند ماہ پہلے آپ جہلم میں پھر تقریباً ایک سال کوئٹہ میں اور دو سال اسلام آباد میں خطیب رہے اور جامعہ اسلامیہ سلفیہ مسجد مکرم ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ میں صدر مدرس کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے کہ آپ کی زندگی کا سفر پورا ہو گیا۔

آپ نے تدریس بہت کم کی اصل میں آپ کے والد مرحوم کی یہ خواہش تھی کہ آپ تدریس و

خطابت ضرور کریں لیکن ذریعہ معاش کوئی اور اختیار کریں اور اس بات کا اشارہ مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ نے فرمایا کہ ان کے والد مرحوم کی دلی آرزو تھی کہ یہ کسی معاوضہ کے بغیر دین کی خدمت کریں۔ حافظ صاحب کے والد کی یہ دعا یہ آرزو اللہ تعالیٰ نے منظور فرمائی۔

انبیاء اور اکابرامت کی طرح ان کے معاشی ذرائع دینی خدمات سے بالکل الگ رہے (بحوالہ پیش لفظ کتاب قبر پرستی اور سماع موتیٰ) ایک عرصہ کے بعد اس بات کا جواب آپ نے قبر پرستی اور سماع موتیٰ کے دوسرے ایڈیشن کے پیش لفظ کے ایک مقام پر بین القوسین اس طرح تحریر فرمایا کہ کاش یہ روز افزوں مہنگائی خاکسار کے ارادوں کو متزلزل نہ کر دیتی۔

ابتداً آپ نے گرجاکھی دروازہ گوجرانوالہ میں اپنے بھائی خواجہ محمد یوسف کے ساتھ مل کر ایک عمارتی میٹریل سٹور چلایا۔ اور بعد میں ایک عرصہ تک لوہے کی سکریپ کا کام کرتے رہے۔ خواجہ صاحب مرحوم کی پہلی کتاب ''تین طلاقیں'' کے پیش لفظ میں شیخ الحدیث مولانا اسماعیل سلفیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کی مساعی کو شرف قبولیت بخشے کہ دین کی خدمت کر سکیں۔ سیمنٹ اور بجری تو اور لوگ بھی فروخت کر سکتے ہیں۔

اور خواجہ صاحب بھی یہ حقیقت جان چکے تھے اور اپنی اس طرح کی مصروفیت سے مطمئن نہ تھے۔ اکثر کہا کرتے تھے کہ میرا وقت ضائع ہو رہا ہے اور جو کچھ میں نے پڑھا وہ ضائع ہو رہا ہے (دراصل کام ایک ہی ہوتا ہے کاروبار یا دین کی خدمت اگر دونوں کو ساتھ ساتھ چلانے کی کوشش کی جائے تو کسی میں بھی پوری کامیابی نہیں ہوتی۔ آخر 1988ء کو تمام کاروبار چھوڑ دیا اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے اور زیادہ تر کتابیں آپ نے اسی عرصہ میں لکھیں۔

خواجہ صاحب کا مزاج: خواجہ صاحب بڑی سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ بڑے ہنس مکھ، ملنسار اور خوش مزاج انسان تھے۔ حلم و نرمی کا پیکر تھے۔ چھوٹا بڑا ہر کوئی خواجہ صاحب سے ملکر خوش ہوتا تھا۔ وہ اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ انہیں کوئی علامہ فہامہ سمجھے۔ بڑی سادہ گفتگو فرماتے۔ خواہ مخواہ اپنا علمی

رعب نہیں جھاڑتے تھے۔ عام آدمی نہیں پہچان سکتا تھا کہ یہ کوئی علمی شخصیت ہیں۔لیکن جب ممبر پر کھڑے ہوکر علمی نقاط بیان فرمارہے ہوتے تو انسان حیران رہ جاتا کہ یہ وہی شخص جس کے بارے ہم یہی سمجھ رہے تھے جیسے اس کوکسی بات کا علم ہی نہیں۔ بلکہ خواجہ صاحب کے ہمسایہ تک کو پتہ نہیں تھا کہ یہ کوئی علمی شخصیت ہیں۔ جنازہ کے موقع پر پتہ چلاتو حیران رہ گئے۔

خواجہ صاحب کی میل ملاقات تو بڑی بڑی شخصیات سے رہی لیکن آپکے بے تکلف دوست محمد حنیف بٹ صاحب،عبدالمجید صاحب، حاجی محمد منور صاحب، چوہدری عیش محمد صاحب اور ماسٹر جمیل صاحب تھے۔ حنیف بٹ صاحب خواجہ صاحب کے پرانے دوست تھے اور معمولی درجہ کا ٹی سٹال چلاتے تھے۔حنیف صاحب خواجہ صاحب سے بہت متاثر تھے۔کہا کرتے تھے کہ خواجہ صاحب نے میری زندگی بدل دی ہے۔اگر خواجہ صاحب کے ساتھ میری دوستی نہ ہوتی تو میں عام محلّہ دار کی طرح ہی بے دین بے عمل ہوتا۔اسلام کے بارے میں کوئی معلومات کوئی دلچسپی نہ ہوتی۔انہیں خواجہ صاحب کی وفات کا بہت صدمہ ہوا۔ کہتے ہیں کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے میں دنیا میں اکیلا رہ گیا ہوں۔کوئی کام کرنے کو جی نہیں چاہتا۔اکثر ان کی یادوں میں کھو جاتا ہوں اور بے اختیار میری آنکھوں میں آنسو جاری ہوجاتے ہیں۔

ماسٹر محمد جمیل صاحب کے ساتھ بھی گہری دوستی تھی۔ماسٹر صاحب خواجہ صاحب سے بڑی محبت رکھتے تھے۔اکثر خواجہ صاحب اور ماسٹر صاحب جامع مسجد صدیقیہ اہلحدیث میں عصر کی نماز کے بعد کافی دیر تک بیٹھے رہتے تھے اور مختلف موضوعات پر بات چیت ہوتی تھی۔ماسٹر محمد جمیل صاحب راقم الحروف کے استاد بھی ہیں۔ جب بھی ان کے سامنے خواجہ صاحب کا تذکرہ ہوتا ہے ان کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگتے ہیں۔ ماسٹر صاحب بتارہے تھے کہ خواجہ صاحب کی کتابیں میں نے اپنے سرہانے رکھی ہوتی ہیں۔کوئی رات ایسی نہیں گزرتی کہ ان کی کسی کتاب کا مطالعہ کر کے نہ سویا ہوں۔جب بھی اپنے دوست سے اداس ہوجاتا ہوں تو ان کی کتابوں کا مطالعہ کرنا شروع کردیتا ہوں تو مجھے اپنا دوست ہنستا مسکراتا، باتیں کرتا اور علمی دلائل دیتا نظر آجاتا ہے تو میرا دل پرسکون ہوجاتا ہے۔

خواجہ صاحب اچھے کام کی دل کھول کر تعریف فرماتے۔بخل کا مظاہرہ نہیں کرتے۔علمی اور تحریری

کام کرنے والے نوجوانوں کی بہت حوصلہ افزائی فرماتے۔قاری محمد طیب بھٹوی صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں نے پہلا مقالہ لکھا تو خواجہ صاحب کو تحریر دکھائی خواجہ صاحب بہت خوش ہوئے اور حوصلہ افزائی فرمائی اور کہا کہ جب مرغی پہلا انڈا دیتی ہے تو گھر والوں کو جتنی خوشی ہوتی بالکل ایسے ہی ہمیں خوشی ہوتی آپ کا یہ پہلا مضمون دیکھ کر۔گھر میں کھانا اچھا پکا ہوتا تو بہت تعریف کرتے تھے بلکہ ہر ہر لقمہ پر تعریف کرتے کہ پکانے والوں کا سیروں خون بڑھ جاتا۔

بے تکلفی : ایک دفعہ گھر میں ایک مہمان مٹھائی کا ڈبہ لیکر آیا تو آپ نے مہمان سے کہا کہ آپ نے بہت اچھا کیا ہے کہ مٹھائی کا ڈبہ لے کر آئے ہیں کیونکہ ہمارا پہلا ڈبہ ختم ہو گیا ہے وہ صاحب یہ سن کر بہت محظوظ ہوئے۔انہوں نے کئی موقعوں پر خواجہ صاحب کی اس بات کو دہرایا۔

خودّاری : خوداری خواجہ صاحب کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔مشقت برداشت کر لیتے تھے لیکن خوداری کو قائم رکھتے تھے۔خواجہ صاحب اکثر سائیکل پر بعد میں موٹر سائیکل پر مسجد جاتے تو کبھی سائیکل نہ ہو یا خراب ہو جاتی تو کسی کو نہ بتاتے نہ کہتے کہ مجھے گھر یا فلاں جگہ چھوڑ آؤ۔پیدل ہی چلے جاتے۔ حالانکہ آپ کے معمولی اشارہ پر دس گاڑیاں آجاتیں اور آپ کے مقتدی آپ کا کام کر کے بہت خوش ہوتے لیکن آپ کی طبیعت اس بات کی اجازت نہ دیتی تھی۔اور نہ ہی امیر لوگوں کی فیکٹریوں اور دکانوں پر جا کر بیٹھا کرتے تھے۔

آپ نے بے شمار لوگوں کے نکاح پڑھائے لیکن ساری عمر ایک پیسہ بھی نہیں لیا۔ایک دفعہ آپ نے نکاح پڑھایا تو کوئی آپ کو نوٹ نکال کر دینے لگا تو آپ نے انکار کر دیا۔اس نے سمجھا شاید یہ تھوڑے ہیں۔وہ اور دینا چاہتا تھا تو کسی نے کہا جو خواجہ صاحب کو جانتا تھا کہ خواجہ صاحب لیتے ہی نہیں تو وہ حیران رہ گیا۔

خطابت : آپ ماشاءاللہ ایک کامیاب خطیب تھے۔بڑی معیاری اردو میں گفتگو فرماتے تھے۔آپکی خطابت میں فصاحت، بلاغت، شیرینی کلام، قول وفعل میں مطابقت، حق گوئی جیسی خصوصیات نمایاں تھیں۔

آپکا انداز بیاں انتہائی مسحور کن، کلام بالکل سلیس، دل ودماغ میں گھر کر جانے والے کلمات، تمسخر،

لطیفہ بازی اور یاوہ گوئی سے بالکل مبرا پرمغز اور بامقصد ہوتا۔آپکی خطابت وعظ کا وعظ اور مناظرہ کا مناظرہ مستند، محقق، مدلل، مکمل گفتگو، تشنگان علم وعمل کے لئے بیش قیمت ذخیرہ ہوتی۔عوام آپ کے خطبہ جمعہ اور عیدین کے خطبوں سے بہت کچھ لیکر اٹھتے۔بعض دوست ان کے خطبے شائع بھی کرتے تھے۔کوئی لالچ یا ڈرخوف ان کو حق بات کہنے سے نہیں روکتا تھا۔

حق گوئی کے نتیجہ میں خواجہ صاحب کو قتل کی دھمکیاں بھی ملتی تھیں۔لیکن آپکی حق گوئی اور بے باکی میں کوئی فرق نہ آتا۔

محمد یوسف بٹ صاحب کے اہلحدیث ہونے کا واقعہ:

بٹ صاحب فرماتے ہیں کہ میں بریلویوں کی مسجد کی انتظامیہ کا صدر تھا۔اہلحدیثوں کے ساتھ بڑا تعصب رکھتا تھا۔خواجہ صاحب کا بیان تو قرآن و حدیث ہی ہوتا ہے۔لیکن ہم سمجھتے تھے کہ خواجہ صاحب بریلویوں کے خلاف چوٹیں کہہ رہے ہیں۔ہمارے مولوی صاحب جواب دینے کی کوشش کرتے تھے لیکن ان سے بات نہیں بنتی تھی۔پھر ہم نے اپنے مولوی صاحب کو روک دیا اور کہا کہ آپ اپنی تقریر کیا کریں۔خواجہ صاحب کی تقریر کا جواب دینا آپکے بس میں نہیں۔ہماری مسجد خالی ہورہی تھی لوگ خواجہ صاحب کا علمی اور تحقیقی بیان سننا پسند کرتے تھے۔مجھے بڑا طیش آتا تھا۔کچھ جوشیلی طبیعت کا مالک تھا۔حتیٰ کہ میں نے کہا کہ میں نے خواجہ صاحب کو نعوذ باللہ قتل کرادینا ہے۔لیکن خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ہماری مسجد میں بڑی گیارہویں شریف منانے کی تیاری ہورہی تھی۔خواجہ صاحب نے خطبہ جمعہ میں بریلویوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ قرآن وحدیث سے گیارہویں ثابت کردو۔تو ہم بھی آپکے ساتھ گیارہویں منائیں گے۔میں نے کہا کہ اب میں اس وہابی کو قابو کرونگا۔یہ میرے لئے چیلنج تھا۔میں بھاگا گیا اپنے مولوی صاحب کے پاس اور گیارہویں کا ثبوت مانگا۔پہلے تو ٹال مٹول کرنے لگے۔میں ذرا سنجیدہ ہوا تو ہمارے مولوی صاحب نے صاف کہہ دیا کہ ثبوت تو کوئی نہیں ہے۔اب مجھے سمجھ آگئی میں سیدھا خواجہ صاحب کے پاس گیا اور اہلحدیث مسلک قبول کرلیا۔اور میں سمجھتا ہوں کہ میں اب مسلمان ہوا ہوں۔خواجہ صاحب کو خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور انہوں نے فرمایا کہ قیامت

کے روز اگر رب نے مجھے پوچھا کہ کیا نیکی لے کر آئے ہو تو میں یہی جواب دونگا کہ میں نے یوسف بٹ کو مسلمان کیا ہے۔ اور یہی میری نجات کیلئے انشاء اللہ کافی ہوگا۔

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی علیہ الرحمۃ اور حضرت مولانا محمد عبداللہ علیہ الرحمۃ کی نیابت کا شرف بھی آپ کو بارہا بار حاصل ہوا۔ کئی دفعہ آپ مسلسل ایک یا دو ماہ تک مرکزی جامع مسجد محمدیہ اہلحدیث چوک نیائیں گوجرانوالہ میں خطبہ جمعہ اور درس قرآن دیتے رہے اور سامعین کی رونق میں ذرہ بھر فرق نہ آتا بلکہ لوگ نوجوان خطیب کی گفتگو سن کر عش عش کر اٹھتے۔

مولانا سلفیؒ نے ہی آپ کو جامع مسجد اقصیٰ اہلحدیث سٹیلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ کی ذمہ داری سونپی۔ آپ تادم آخر تقریباً چالیس سال تک اسی مسجد میں خطیب رہے۔ آپ کو ریڈیو پاکستان اسلام آباد اور لاہور میں بھی تقاریر پیش کرنے کا موقع ملتا رہا۔

تالیفات: آپ نے عموماً باطل فرقوں اور انکے نظریات کو موضوع بنایا۔ موضوع اگرچہ بڑے تلخ اور کڑوے ہوتے تھے لیکن آپ کا قلم اعتدال سے نہیں ہٹا۔ آپ کی تحریر میں تلوار کی سی کاٹ تھی اور قاری کیلئے دلچسپی بھی ہوتی تھی۔ جو ایک دفعہ کتاب پڑھنی شروع کرتا ہے تو اسکا جی چاہتا ہے کہ میں اسے ختم کر کے اٹھوں۔ آپ کی کتابیں عوام اور علماء دونوں کیلئے مفید ہیں بلکہ اہلحدیث مناظر تیاری کیلئے خصوصاً آپ کی کتابوں سے مدد لیتے ہیں۔ آپ کی تصنیفات کی اشاعت کے سلسلہ میں آپ کے دیرینہ دوست اور علمی ساتھی حضرت مولانا محمد خالد صاحب گرجاکھی رحمتہ اللہ علیہ نے بہت تعاون فرمایا۔ تقریباً تمام کتابیں طبع سوم یا چہارم تک ادارہ احیاء السنہ گرجاکھی کتب خانہ لاہور، گوجرانوالہ سے شائع کی گئیں۔

1. تین طلاقیں: اس کا پہلا ایڈیشن 1964 میں آیا۔ اس کے بعد کے ایڈیشن بھی چھپ چکے ہیں۔ اردو میں پہلی مرتبہ اس موضوع پر کتاب منظرِ عام پر آئی۔ علماء نے اس کتاب کو بہت پسند کیا اور وکلاء کے لیے بھی یہ کتاب اہم ضرورت بنی تھی۔ اس کا پیش لفظ مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ نے تحریر فرمایا ہے۔ اس کتاب کی اہمیت اس بات سے واضح ہوتی ہے کہ ہماری جماعت کے مشہور سکالر مولانا محمد حنیف ندویؒ نے بتایا کہ طلاقوں

کے مسئلہ میں ججوں کی میٹنگ ہو رہی تھی جس میں بڑے بڑے علماء کو بھی دعوت دی گئی تھی اور مجھے بھی بلایا گیا کہ تمام ججز کے ہاتھ میں آپکی کتاب تھی۔ جسٹس ایس۔ اے رحمان نے کہا اس کتاب نے ہمارا مسئلہ حل کر دیا ہے چنانچہ اس کے مطابق پاکستان کا قانون ترتیب دیا گیا کہ اکٹھی تین طلاقیں نہیں دی جاسکتیں۔ اس وقت حلالہ کا فتویٰ دینے والوں نے بہت شور مچایا لیکن کچھ نہ بنا۔ خواجہ صاحب فرمایا کرتے تھے جہاں میری کتاب پہنچنی چاہیے تھی وہاں اللہ تعالیٰ نے پہنچا دی ہے۔

2. قبر پرستی اور سماع موتی : اس کتاب کا پیش لفظ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ کا تحریر کردہ ہے۔ یہ دراصل ایک طویل مضمون تھا جو ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور میں کئی اقساط میں شائع ہو چکا تھا۔ کافی پسند کیا گیا تھا۔ حضرت مولانا سلفی مرحوم کے حکم پر اسے کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم تحریر فرماتے ہیں بڑی خوش قسمتی ہے کہ انہیں (حافظ خواجہ محمد قاسم) کو لکھنے کی عادت ہے۔ پہلے بھی وہ مختلف موضوعات پر رسائل لکھ چکے ہیں۔

زیر تقریظ رسالہ میں نے اکثر مقامات پر پڑھا ہے۔ اس تلخ موضوع پر جہاں ایک مؤحدان خرافی حضرات کے خرافات سن کر جوش میں آجاتا ہے کہ حافظ صاحب کا قلم اعتدال سے نہیں ہٹا۔ معلوم ہے یہ خرافی ذہنی مریض ہے۔ مریض سے ناراض ہونا کوئی خوبی نہیں۔ حافظ صاحب نہ یہ رسالہ اسی انداز سے لکھا ہے کہ بیماروں کا علاج ہو سکے۔ انہوں نے ان مریض حضرات کے قریب ہو کر ان کے مرض کی نشاندہی فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری ان خرافات پسند دوستوں کو توفیق دے کہ وہ اس حکیمانہ علاج سے استفادہ فرمائیں۔ وہ اپنی عبادات کو بزرگوں کی قبروں اور بزرگوں کی بے حس وحرکت لاشوں کی بجائے خدائے لم یزل کے لیے بجا لائیں۔ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عجز وانکساری کا اعتراف کریں تاکہ ان کی عبادت قبولیت کی مستحق ہو سکے۔

وعبادة الرحمٰن غاية حبّهِ مع ذل عابده هُما قطبان

وعليهما فلك العباده دائر مادار حتى دامت القطبان

اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کے قلم میں برکت فرمائے اور مزید خدمت دین کی توفیق بخشے۔ آمین

3. "وسیلہ" کتاب و سنت کی روشنی میں: 1977ء میں لکھی گئی اس کتاب کا پیش لفظ آپ کے برادر حافظ محمد یوسف خواجہ نے تحریر کیا۔ اور نہایت ہی مناسب الفاظ میں تاریخی حوالوں سے وسیلہ کے مصنوعی ٹھیکیداروں کی خوب خبر لی ہے۔ یہ کتاب اب تک کئی زبانوں میں چھپ چکی ہے۔ سندھ میں بہت تقسیم ہوئی ہے اور بہت سے اسلامی ممالک میں بھیجی گئی۔ جماعت کے ایک بڑے بزرگ خواجہ صاحب مرحوم سے اس کتاب کا یوں تبصرہ کیا کہ تقویۃ الایمان کے بعد اگر کوئی کتاب پڑھنے کا مزہ آیا ہے تو وہ "وسیلہ" ہے۔

4. تبلیغی جماعت (اپنے نصاب کے آئینے میں): 1990ء میں لکھی گئی اس کتاب میں تبلیغی نصاب کے حوالے سے ثابت کیا گیا کہ یہ سراسر حنفیوں کی جماعت ہے اور یہ اس لیے وجود میں لائی گئی کہ سیدھے اور سادھے مسلمانوں کو حنفیت کے جال میں پھنسایا جا سکے۔ اور یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ ان کے عقائد و اعمال بریلویوں بلکہ عیسائی راہبوں سے بہت ملتے جلتے ہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ سے متاثر ہو کر ناروے کے ایک دوست خواجہ صاحب کے پاس آتے ہیں وہ مسلکاً اہلحدیث تھے لیکن تبلیغی جماعت کے ساتھ منسلک تھے۔ ان کے ساتھ تعاون کرتے تھے۔ خواجہ صاحب سے کہنے لگے جن باتوں کی نشاندہی آپ نے فرمائی ہے بالکل ایسا ہی ہو رہا ہے ۔ہم نے آج سے پہلے توجہ نہیں کی اور ہم اس جماعت کو بالکل معصوم سمجھتے تھے۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ اپنے اہلحدیث بھائیوں کو حقیقت سے آگاہ کریں اور اس جماعت سے نکالیں تو اس نے کافی تعداد میں کتابیں خریدیں اور اس کتاب کے خاص خاص چیپٹر چھاپنے کی اجازت لی۔

5. کراچی کا عثمانی مذہب اور اسکی حقیقت : یہ کتاب 1971ء میں لکھی گئی۔ اپنی اس کتاب کے حوالے سے خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس کے بانی کراچی کے ایک حنفی المذہب ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی تھے۔ توحید کے نام سے مسلمانوں میں فتنہ کھڑا کرنے کی کوشش کی ہے۔ میرے نزدیک یہ گروہ خوارج کا ظہور ثانی ہے۔ امام بخاری، امام مسلم، امام ابوحنیفہ اور اپنے سوا انہیں کوئی

مسلمان نظر نہیں آتا (یعنی ان کے نزدیک جوان کی پارٹی میں نہیں ہے وہ مسلمان ہی نہیں نعوذ باللہ) ان کا لفظ توحید کو استعمال کرنا کلمة حقٍ ارید بھا الباطل کے مصداق ہے۔ اس کتاب میں ان کے لٹریچر کا پول کھولا گیا ہے۔ اس کتاب کے آنے کے بعد کافی حد تک یہ فتنہ رک گیا ہے۔ گوجرانوالہ میں ان کا کام ٹھپ ہو کر رہ گیا ہے۔ یہاں جوان کے گروہ کا لیڈر تھا وہ خود خواجہ صاحب کی وفات سے پہلے آتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ کی کتاب پڑھ کر میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ اب آپ کے تعاون کی ضرورت ہے کہ جن لوگوں کو میں نے بے دین کیا ہے انہیں اب مسلمان کرنا ہے اور اب وہ سب میری جان کے دشمن بنے ہوئے ہیں۔ عثمانی مذہب کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے یہ کتاب بہت مفید ہے۔

6. حی علی الصلوٰۃ:

1990ء میں کتاب شائع ہوئی یہ کتاب 221 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے بارے میں خواجہ صاحب خود رقم طراز ہیں کہ خاکسار نے اس کتاب میں فرضی اور نفلی نمازوں سے متعلقہ وہ مسائل بیان کئے گئے ہیں جن کو نمازوں میں بہت جستجو رہتی ہے اور وہ آئے دن اپنے علماء کرام سے کرید کرید کر دریافت کرتے رہتے ہیں کیونکہ اردو کتابوں میں ایسے مسائل کم ہی زیر بحث لائے جاتے ہیں۔ اگر کہیں ان کا ذکر ملتا بھی ہے تو اس سے ان کی پوری طرح تشفی نہیں ہوتی اور وہ مزید تحقیق کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ بندہ نے حتی الامکان اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ نیز اس کتاب کے مطالعہ سے آپ محسوس فرمائیں گے کہ حنفیہ سے ہمارا اختلاف رفع یدین، آمین، فاتحہ خلف الامام وغیرہ چند مسائل پر ہی نہیں بلکہ آپ قدم قدم پر انہیں مسنون نماز سے اختلاف کرتا ہوا پائیں گے۔ ان کی نماز کو محمدی نماز کہنا بہت مشکل ہے اسکی بجائے کوفی نماز کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

حنفیوں نے اس کتاب کا جواب دینے کی کوشش کی ہے مگر اس غرض وغایت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مقتدی کہیں ان سے اور ان کی کتابوں سے بدظن نہ ہو جائیں اور کوئی خاص بات نہیں۔ صرف پردہ ڈالنے کی ایک سعی لاحاصل ہے۔

7. قد قامتِ الصلواۃ: (نماز کے ضروری مسائل حصہ دوم):

اس کتاب کو حی علی الصلوۃ کا دوسرا حصہ سمجھنا چاہیے۔ اس کتاب کے 544 صفحات ہیں۔ اس میں نماز کے مسائل بالترتیب اور تحقیقی انداز میں تحریر کئے گئے ہیں۔ جو بھائی صَلُّوا کَمَا رَأَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ کے مطابق نبی علیہ السلام کی نماز پڑھنا پسند فرماتے ہوں یہ کتاب ان کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہے۔ یہ کتاب علمی حلقوں میں بہت مقبول ہوئی ہے۔ قارئین محسوس فرمائیں گے کہ اس کتاب کا ہر نمازی کے گھر ہونا لازمی ہے۔

8. ھدایہ عوام کی عدالت میں: خواجہ صاحب کی یہ کتاب جب منظر عام پر آئی تو احناف چیخ اٹھے۔ حالانکہ خود اکابر علماء حنفیہ نے تسلیم کیا ہے کہ ہدایہ دیگر کتب فقہ حنفیہ کی روایتیں نا قابل اعتماد ہیں۔ اس کتاب میں اسی مضمون کی وضاحت کی گئی ہے اور چند نمونے بھی پیش کیے گئے ہیں جس سے احناف کو مروڑ اٹھنے لگے اور جوابی کاروائی شروع کر دی مگر افسوس کہ جواب میں جواب نہ ہونے کے برابر ہے البتہ گالیاں بہت زیادہ ہیں۔

9. فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر: خواجہ صاحب اسی کتاب کے تعارف میں فرماتے ہیں کہ حنفیہ کو فتاویٰ عالمگیری پر بہت ناز ہے۔ بقول ان کے اسے پانچ سو علماء نے ترتیب دیا ہے۔ جب بھی اسلامی نفاذ کی بات ہوتی ہے تب ان سب کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح یہ نافذ العمل ہو جائے۔ عام مسلمانوں کو چونکہ صحیح واقفیت نہیں ہوتی اس لئے وہ ان کی باتوں سے مرعوب ہو جاتے ہیں۔ خاکسار نے اپنی کتاب میں فتاویٰ عالمگیری کے متعدد اقتباسات دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ یہ فتوے قرآن وسنت کے مطابق نہیں بلکہ یہ غلط کار اور جرائم پیشہ افراد کیلئے مددگار ثابت ہو سکتے ہیں جو شخص ایک دفعہ یہ کتاب پڑے گا انشاء اللہ پھر وہ ساری عمر فتاویٰ عالمگیری کا نام نہیں لے گا۔

10. معرکہ حق و باطل بجواب جاء الحق: یہ کتاب 790 صفحات پر مشتمل ہے یہ کتاب خواجہ صاحب کی وفات کے بعد چھپی تھی۔ مسودہ تیار ہو چکا تھا لیکن اپنی زندگی میں اس کو چھپوانے کا موقع نہ مل سکا۔ اس کتاب میں مفتی احمد یار کی دھوکہ بازیاں اور چالبازیوں کا بھرپور جواب دیا گیا ہے۔ پہلا ایڈیشن تو ہاتھوں ہاتھ نکل گیا۔ کتابت میں کچھ غلطیاں ہیں انشاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں دور کر دی جائیں گی۔

11۔ تعویز اور دم کتاب و سنت کی روشنی میں: نبی ﷺ سے دم ثابت ہے۔ تعویز ثابت نہیں۔ ہمارے معاشرہ میں تعویز فروش جادوگروں نے جو اندھیر نگری فراڈ بازی اور لوٹ مار مچا رکھی ہے اور جن کے دلائل کا سہارا لے رکھا ہے اس کتابچہ میں ان کا کامیاب رد کیا گیا ہے۔

12۔ مقالاتِ خواجہ محمد قاسمؒ: یہ کتاب دراصل خواجہ صاحب کی چھوٹی بڑی علمی و تحقیقی تحریروں کا مجموعہ ہے جو انہوں نے مختلف موقعوں پر مختلف موضوعات پر لکھیں تھیں۔ احباب جماعت کی خواہش تھی کہ ان تحریروں کو یک جا کر کے کتابی صورت میں شائع کیا جائے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کا یہ احسان کہ خواجہ صاحبؒ کا علمی سرمایہ کتابی صورت میں محفوظ ہو چکا ہے۔

13۔ وفات: **(دورانِ نماز جمعتہ المبارک 19 دسمبر 1997ء)**

خواجہ صاحب کو دل کی تکلیف تھی لیکن یہ نہیں محسوس ہوتا تھا کہ وہ کوئی بیمار ہیں۔ حسب معمول انہوں نے آخری خطبہ الجمعہ ارشاد فرمایا۔ آپ وقت کی بہت پابندی فرماتے تھے۔ اس دن دو چار منٹ اوپر لگائے راقم الحروف کو خوشی ہوئی کہ آج خواجہ صاحب کی طبیعت ماشاء اللہ بہت ٹھیک ہے۔ خواجہ صاحب نے جمعہ کی نماز پڑھائی التحیات میں بیٹھے ہوئے تھے ہم درود شریف پڑھنے کے بعد دعائیں پڑھ رہے تھے کہ آپ کے مائیک سے ایک لمبے سانس کی آواز سنائی دی اور ساتھ ہی سجدے میں گر جاتے ہیں۔ خواجہ صاحب کے بالکل پیچھے بیٹھے ہوئے حافظ عبدالوحید صاحب نے سمجھا شاید خواجہ صاحب سجدہ سہو کرنے لگے ہیں لیکن فوراً ذہن میں آیا کہ ہم نماز میں بھولے تو نہیں خواجہ صاحب نے پھر ذرا سا سر اٹھایا پھر نیچے جھک گئے۔ حافظ عبدالوحید صاحب صورت حال کو سمجھ چکے تھے اور فوراً سلام پھروا دیا۔ لوگ فوراً محراب کی طرف دوڑے تو دیکھا خواجہ صاحب اللہ کو پیارے ہو چکے تھے۔ لوگوں کی چیخیں نکل گئیں اور خواتین اوپر گیلری میں تھیں جب ان کو پتہ چلا تو وہ نیچے کی طرف دوڑیں۔ تیزی کی وجہ سے کئی عورتیں سیڑھیوں سے پھسل گئیں۔ ہر آنکھ اشک بار تھی۔ ایک بزرگ فرما رہے تھے کہ خواجہ صاحب جب دعا **ربنا اغفرلی ولوالدی** کہتے تھے تو بے اختیار ان کے آنسو جاری ہو جایا کرتے تھے۔ اکثر ان الفاظ پہ رویا کرتے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ شاید انہی الفاظ کو دہراتے ہوئے

وہ خالق حقیقی سے جا ملے۔

آپ کی وفات سے ایک ہفتہ پہلے ان کے صاحبزادے خواجہ عاکف نے جمعہ کے دن خواب دیکھا کہ ابا جی مجھے کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جنت میں گھر دے دیا ہے۔اب میرا یہاں دل نہیں لگتا۔خواجہ صاحب اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ چکے ہیں مگر آج بھی ہر دل میں خواجہ صاحب کی محبت پہلے سے بڑھ کر موجود ہے۔

آپ نہ کوئی صاحب ثروت نہ امیر وزیر اور نہ سفیر تھے۔ایک بالکل سادہ آدمی تھے لیکن سخت ترین سردرات میں بھی آپ کا جنازہ بہت بڑا تھا۔آپ کے دوست مولانا محمد خالد گرجاکھی نے نماز جنازہ پڑھائی۔شیوخ الحدیث اور علماء کرام کی کثیر تعداد نے نماز جنازہ میں شرکت فرمائی۔اور ہر کوئی رو رو کران کے حق میں دعائیں مانگ رہا تھا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

خواجہ صاحب کو جتنی اچھی موت آئی ہر کوئی یہی آرزو کرتا تھا کاش ہمیں بھی ایسی موت آئے۔اکثر لوگوں نے یہ سوال کیا کہ خواجہ صاحب کا کوئی خاص نیک عمل تھا جس کی وجہ سے اتنی اچھی موت نصیب ہوئی ہے۔میں دو باتیں کہتا تھا۔ایک تو یہ کہ خواجہ صاحب کسی سے ناراض نہیں ہوتے تھے۔اگر کوئی ناراض ہوتا تھا تو منالیا کرتے تھے۔دوسری بات خواجہ صاحب فرماتے تھے کہ علماء کا سارا وقت عبادت میں گزرتا ہے یا وہ مطالعہ کرتے رہتے ہیں یا وہ لکھتے رہتے ہیں۔اگر وہ آرام بھی کرتے ہیں بیٹھے ہوئے ہوں تب بھی وہ سوچ رہے ہوتے ہیں کہ آگے کیا لکھنا چاہیے۔کس طرح جواب دینے چاہئیں۔اگر وہ چہل قدمی کر رہے ہوں تب بھی یہی سوچ ہوتی ہے۔خواجہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہماری اس محنت کو نیکیوں میں لکھ لے تو نجات کی امید ہوسکتی ہے۔

آخر میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور انہیں کروٹ کروٹ جنت الفردوس عطا فرمائے۔(آمین)

خواجہ ظہیر الاسلام

بن خواجہ محمد قاسم

بسم الله الرحمن الرحيم

ہماری دعوت

ہماری دعوت بالکل سادہ ہے ہم چاہتے ہیں ہمیشہ اور ہر جگہ اور ہر شعبہ میں اللہ جل جلالہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہو کیونکہ جب ہم دنیا میں آتے ہیں ہمارے کانوں میں یہی آواز پھونکی جاتی ہے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه

جب ہمارا دم واپسیں ہوتا ہے تو یہی تلقین ہوتی ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه

جب ہم فوت ہوتے ہیں تو قبر میں منکر نکیر صرف تین سوال پوچھتے ہیں (۱) تیرا رب کون ہے (۲) تیرا نبی کون ہے (۳) تیرا دین کیا ہے۔

حلقہ بگوش اسلام ہونے کے لیے بھی یہی کلمہ سکھلایا جاتا ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه محمد رسُوْل الله

ہر روز پانچوں وقت موذن بھی یہی پکارتا ہے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه

فرمان ربی ھے۔ قُلْ اَطِيْعُو اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ (آل عمران)

کہہ دیجئے اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور پیغمبر کی۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهٖ (موطا) میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں جب تک تم انہیں تھامے رکھو گے گمراہ نہیں ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور اس کے رسُول کی سنت۔

یوں ماں باپ کی اطاعت بھی ضروری ہے علماء کرام اور اساتذہ عظام کی اطاعت بھی ضروری ہے مگر یہ سب اطاعتیں خالق کائنات کے حکم کے تحت ہیں اور مشروط ہیں فرمایا۔

وَاِنْ جَاھَدٰکَ عَلٰی اَنْ تُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ فَلاَ تُطِعْھُمَا (لقمٰن)

اگر تیرے والدین یہ کوشش کریں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں تو ان کی بات مت مان۔ فرمایا فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ (النساء)

اگر تمہارا کسی مسئلہ میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کی طرف لوٹاؤ۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔ لاَ طَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ (مشکوٰۃ)

جب خالق کی نافرمانی ہوئی تو کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی اطاعت غیر مشروط ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ اللہ تعالےٰ نے پیغمبر بنا کر بھیجا اس لئے ان کی اطاعت بھی بسر و چشم غیر مشروط ہے یوں کہیے پیغمبر کی اطاعت عین اللہ کی اطاعت ہوگئی فرمایا مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (النساء)

جو پیغمبر کی اطاعت کرے پس تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

منصب نبوت پر فائز ہونے کی بنا پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کبھی کوئی غلط بات نہیں نکل سکتی تھی فرمایا۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلاَّ وَحْیٌ یُّوْحٰی (النجم)

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود　　　گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

یاد رہے یہ مقام بلند اور کسی شخص کو حاصل نہیں ہے جن لوگوں نے اپنے اپنے مخصوص ائمہ کی تقلید کو واجب قرار دے رکھا ہے کیا ان کے پاس اس سلسلہ میں کتاب وسنت سے کوئی دلیل ہے کیا اللہ تعالےٰ نے مثلاً کہیں فرمایا ہے اے باشندگان خطہ ہندو پاک تمہارے علاقہ کے لیے حضرت ابوحنیفہؒ کو امام مقرر کیا گیا ہے تم ان کی تقلید کرو یہ ضروری ہے ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔

اگر مقلدین کا یہ خیال ہے امام صاحبؒ موصوف معصوم تھے اور ان کی ہر بات کتاب وسنت کے موافق ہوتی تھی تو سوال یہ ہے کہ ان کے شاگردان عزیز امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے پھر دو تہائی مسائل میں ان سے اختلاف کرنے کی ضرورت کیوں محسوس فرمائی۔

نیز غور کے قابل تو یہ بات ہے اگر مذہب میں کسی خاص شخص کی غیر مشروط اطاعت ہی ضروری ہے تو کیا پھر اس سے نظریہ ختم نبوت کی نفی نہیں ہو جاتی۔

اماموں کے لیے بے شک لفظ پیغمبر نہیں بولا جاتا صرف اطاعت ہی ضروری سمجھی جاتی ہے تو گزارش یہ ہے کہ پیغمبروں کی تشریف آوری کا مقصد بھی تو یہی ہوتا ہے فرمایا۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہ

اور ہم نے ہر پیغمبر اسی لیے بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

معلوم ہوا مقلدین اور قادیانیوں کے درمیان صرف لفظی نزاع ہی ہے۔

اماموں کا رُتبہ نبی سے بڑھائیں نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں

ہمارے ہاں عجب افراط وتفریط پائی جاتی ہے کچھ تو وہ ہیں جو عقیدے کی حد تک اتباع سنت کے علاوہ تقلید امام کو بھی جز وایمان بنائے ہوئے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو سرے سے سنت ہی کا انکار کیے بیٹھے ہیں۔

اس ظلم پر دو طرح تبصرہ کیا جاسکتا ہے یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ان دونوں قسم کے فرقوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے کہ ایک تو اصل شے یعنی سنت کو بھی نہیں مانتے اور دوسرے بالکل فالتو شے یعنی تقلید کو بھی مان لیتے ہیں حالانکہ اسلام کے بیچ میں نہ کوئی شے داخل کرنی چاہیے تھی اور نہ اس سے کچھ نکالنا چاہیے تھا۔

اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ان دونوں میں سرِ مو فرق نہیں کیونکہ سنت کی ہر دو طریق پر تذلیل کی گئی اور اسے پس پشت پھینکا گیا جو فرق نظر آتا ہے وہ صرف اس لحاظ سے ہے کہ ایک نے حدیث کا ڈنکے کی چوٹ انکار کیا اور دوسرے نے تقلید کی آڑ میں۔

اَللّٰھُمَّ اِھد قَومیُ فَانھم لایَعلمُون

ہماری دعا ہے کہ خداوند کریم ہمیں قرآن وسنت کے مطابق علم حاصل کرنے کی قرآن وسنت کے مطابق عبادت کرنے کی قرآن وسنت کے مطابق ملکی قانون بنانے کی اور قرآن وسنت کے مطابق ہر عمل کرنے کی توفیق دے اور غیروں کے نام پر قائم کی جانے والی تمام فرقہ بندیوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہود نصاریٰ اور مشرکین میں سے ہر کوئی اس بات کا مدعی تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے مذہب پر تھے اللہ تعالیٰ نے تردید فرمائی:

لِمَ تُحَاجُّوْنَ فِیْ اِبْرَاهِیْمَ وَمَا اُنْزِلَتِ التُّوْرَاةُ وَالْاِنْجِیْلُ اِلَّامِنْ بَعْدِهٖ (آل عمرانؔ)

''تم ابراہیمؑ کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو تورات اور انجیل تو ان کے بعد نازل ہوئیں۔''

نیز فرمایا:

مَاکَانَ اِبْرَاهِیْمُ یَهُوْدِیاًوَّلَانَصْرَانِیاًوَّلٰکِنْ کَانَ حَنِیْفاً مُّسْلِماً وَّمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرَاهِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَاالنَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْ وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ'' ابراہیم یہودی یا عیسائی نہیں تھے وہ تو یک طرفہ مسلمان تھے اور وہ مشرک بھی نہ تھے۔ نزدیک تر ابراہیمؑ کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی اور یہ نبی اور جو ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ دوست ہے ایمان والوں کا۔

ٹھیک ایسے ہی پاک و ہند کے مسلمانوں میں اہلسنت والجماعت کا ٹائیٹل متنازعہ فیہ بنا ہوا ہے۔ یہ لوگ باوجود کٹر دیوبندی یا بریلوی ہونے کے اور باوجود جامد مقلد اور متعصب حنفی ہونے کے خود کو اہلسنت والجماعت کہلانے پر تلے ہوئے ہیں دیوبندیوں کے نزدیک اہلسنت والجماعت صرف وہ ہیں جو دیوبندی ہیں اور بریلوی کوئی شے نہیں جبکہ بریلویوں کے نزدیک اہلسنت والجماعت صرف بریلوی ہیں ان کے نزدیک دیوبندی کوئی مال نہیں۔ (دیوبند اور بریلی دو قصبوں کا نام ہے) حالانکہ صحابہ کرامؓ تابعین عظام اور تبع تابعینؒ جو

بالاتفاق بہترین اہلسنت والجماعت تھے وہ نہ دیوبندی تھے نہ بریلوی نہ حنفی نہ شافعی نہ قادری نہ چشتی۔

مُلا علی قاری حنفیؒ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے کسی کو حنفی یا شافعی یا مالکی یا حنبلی بننے کا مکلّف نہیں بنایا بلکہ صرف اس بات کا مکلّف کیا ہے کہ وہ کتاب وسنت پر عمل کریں (شرح عین العلم صفحہ ۳۲۶) شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کا ایک قدیم اور معروف مذہب ہے جو اس وقت سے قائم ہے جب اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کو پیدا بھی نہیں فرمایا تھا اور صحابہ کرامؓ کا مذہب ہے جسے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا تھا اور جو کوئی اس مذہب کے خلاف چلے وہ اہلسنت کے نزدیک بدعتی ہے (منہاج السنۃ ج ا صفحہ ۲۵۶)۔

لہٰذا ابراہیم علیہ السلام کو جس طرح یہود و نصاریٰ دونوں سے کوئی سروکار نہیں تھا اس طرح اہلسنت والجماعت کو دیوبندیت اور بریلویت سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ اور جس طرح یہود و نصاریٰ ایک دوسرے کے بارے میں کہتے تھے وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ لَیْسَتِ النَّصارٰی عَلٰی شَیْءٍ وَقَالَتِ النَّصارٰی لَیْسَتِ الْیَهُوْدُ عَلٰی شَیْءٍ (بقرہ) (اور کہا یہود نصاریٰ کی شے پر نہیں اور کہا عیسائیوں نے یہودی کسی شے پر نہیں) اور وہ سچ کہتے تھے اسی طرح دیوبندی اور بریلوی بھی ایک دوسرے کو لاشیء کہنے میں سچے اور حق بجانب ہیں اور پھر جس طرح خلیل اللہ کا تعلق اپنے بارے میں جھگڑنے والے فریقین (یہود و نصاریٰ) کی بجائے ایک تیسری ہی جماعت کے ساتھ تھا اور وہ تھے ان کے حقیقی پیروکار مسلمان اسی طرح اہلسنت والجماعت کا تعلق بھی ایک اور ہی جماعت سے ہے اور وہ حسب ارشاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہیں فرمایا۔ بنی اسرائیل ۷۲ فرقوں میں تقسیم ہوئے میری امت ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہوگی سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک گروہ کے سوال ہوا وہ کونسا گروہ ہے فرمایا جس طریقہ پر میں اور میرے صحابہ ہیں (ترمذی) اور معلوم ہے کہ صحابہ کرامؓ کسی کی تقلید نہیں فرماتے تھے نہ صرف صحابہ کرام بلکہ کئی نسلوں تک یہ امت اس بیماری سے محفوظ رہی۔ نیز حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں چوتھی صدی ہجری سے پیشتر تک لوگ کسی ایک مذہب معین کے مقلد نہیں تھے (حجتہ اللہ البالغہ)۔

اب جو عقیدہ یا جو عمل صحابہؓ میں بلکہ پورے خیر القرون میں نہ پایا گیا وہ اہلسنت والجماعت کے مسلک کیسے بن سکتا ہے اور ایسا عقیدہ وعمل رکھنے والے کیونکر اہلسنت والجماعت کہلوا سکتے ہیں اور صحابہ وتابعینؒ تقلید نہ کرنے کے باوجود اہلسنت والجماعت تھے تو آج جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل وکرم کے ساتھ

تقلید کی دلدل سے بچایا ہوا ہے وہ کیوں اہلسنت والجماعت نہیں ہو سکتے۔

دراصل اس قوم کو سنت اور جماعت کا مفہوم سمجھنے میں غلطی لگ گئی ہے ان کے خیال کے مطابق جماعت سے مراد عوام ہیں اور سنت سے مراد ان کا طریقہ ہے۔ سینے شاہ عبدالقادر جیلانیؒ کیا فرماتے ہیں:

اَلسُّنَةُ مَاسَنَّهُ رَسُوْ لُ اللّٰهِ صَلی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْجَمَاعَةُ مَااتَّفَقَ عَلَيْهِ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَمَ (غنیۃ الطالبین) سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو کہتے ہیں اور جماعت سے مراد جس پر اصحاب رسول متفق ہوئے۔ اگر عوام کالانعام کا نام الجماعۃ ہے تو آج جو جمہوریت کے چمپئن بنے ہوئے ہیں اور جن کے استقبال کے لیے شاہراہ اعظم کی ٹریفک رک جاتی ہے انہیں تو پھر اہلسنت والجماعت کا امام ہونا چاہیے۔ سچائی قلت و کثرت سے نہیں ناپی جاتی جو حق پر ہوتے ہیں وہی اہلسنت والجماعت ہوتے ہیں ابوداؤد کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۷۲ فرقے جہنم میں جائیں گے اور ایک جنت میں جائے گا، اور فرمایا یہی الجماعۃ ہے۔

اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ جماعت سے مراد اہل حق کا گروہ ہے انبوہ جہلا نہیں۔ دوسرے یہ کہ وہ ۱/۳ یعنی تھوڑے ہوتے ہیں زیادہ نہیں امام احمد بن حنبلؒ اور ایک امام مالک بن انسؒ کو پوری دنیائے اسلام نے امام مانا ہے مگر جب وہ آزمائے گئے تو اس وقت جمہوریت ان کے ساتھ نہیں تھی وہ قلیل گروہ سے تعلق رکھتے تھے فرمان باری تعالیٰ ہے۔ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْر (سبا) میرے شکر گزار بندے تھوڑے ہوتے ہیں۔ نیز فرمایا: كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰه (بقرہ) (بہت دفعہ چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر غالب آئیں اللہ کے حکم سے)۔ اہلحدیثوں کی تعداد دوسرے فرقوں کے مقابلے میں کم سہی مگر شاہ عبدالقادر جیلانیؒ نے انہی کو اہلسنت والجماعت قرار دیا ہے فرماتے ہیں: فرقہ ناجیہ صرف اہلسنت والجماعت ہیں اور اہلسنت کا نام اہلحدیث ہے (غنیۃ الطالبین)۔ اس سے معلوم ہوا اہلسنت اور اہلحدیث مترادف المعنی لفظ ہیں اور یہ ایک ہی جماعت کے نام ہیں اور جو اہلسنت نہیں وہ اہلحدیث نہیں اور جو اہلحدیث نہیں وہ اہلسنت نہیں اگر ضرور باریکی میں جانا ہو تو اس لحاظ سے فرق کیا جاسکتا ہے کہ سنت حضور ﷺ کے طریقہ کو کہتے ہیں اور یہ لفظ حدیث آپ ﷺ کے قول و فعل اور تقریر تینوں پر مشتمل ہے تو حدیث نسبتاً زیادہ جامع لفظ ہے۔ سچی بات اگرچہ تلخ ہوتی ہے مگر اسے تسلیم کرنا چاہیے۔

حقیقت یہ ہے کہ احناف کو اہل علم نے اصحاب الحدیث میں سے شمار ہی نہیں کیا علامہ شہرستانیؒ المتوفی ۵۴۸ ہجری فرماتے ہیں: مجتہدین امت کی دو قسمیں ہیں اصحاب الحدیث اور اصحاب الرائے، یعنی حدیث والے اور رائے والے، اصحاب الحدیث سے مراد اہل حجاز ہیں اور یہ اصحاب ائمہ ثلاثہ کے علاوہ اصحاب سفیان ثوریؒ اور اصحاب داؤد بن علی بن محمد اصفہانی ہیں......اور اصحاب الرائے سے مراد ہے اہل عراق ہیں اور یہ اصحاب ابی حنیفہؒ ہیں (الملل والنحل ج ۲ صفحہ ۴۵ وصفحہ ۴۶) علامہ ابن حزمؒ لکھتے ہیں مسلک دو ہی ہیں ایک رائے اور قیاس والوں کا یہ عراقی ہیں اور ایک حدیث والوں کا اور یہ حجازی ہیں (مقدمہ ابن خلدون ج اصفحہ ۲۷، باب علم الفقہ)

اہلسنت والجماعت کہلانے کا شوق تو سبھی کو ہے مگر بقول شیخ عبد القادر جیلانیؒ اس اسم کا مسمی سوائے اہلحدیث کے اور کوئی نہیں۔ یہ عظیم نام اس قسم کا نہیں کہ جسے پسند آئے رکھ لے جیسے والدین بیٹے کا نام محمد عالم یا فاضل یا لائق علی یا شریف حسین رکھ لیں تو خواہ وہ برخوردار پرلے درجے کا جاہل، فضول نا اہل شرارت کا پتلا کیوں نہ ہو نام میں کوئی فرق نہیں پڑتا مذہب کے معاملے میں اسم با مسمیٰ ہونا پڑتا ہے۔ عمل نہیں تو کم از کم عقیدہ تو اس کے مطابق ہونا چاہیے۔ اور اگر عقیدہ ہی غیروں کی تقلید کا مارا ہوا ہو اور کھوپری میں اقوال رجال گھس گئے ہوں تو سر پر اہلسنت کا تاج نہیں سجتا۔ بعض ضرورت سے زیادہ ہوشیار مقلدین نے اپنے جی حضوریوں کو اس وہم میں ڈال رکھا ہے کہ جو بھی حدیث پڑھے پڑھائے وہ اہلسنت یا اہلحدیث ہی ہے۔ میں انہیں آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ حدیث دیگر فنون کی طرح ایک فن نہیں یہ ایک مذہب ہے۔ ایک کافر مکمل اسلامی لٹریچر کا مطالعہ کر ڈالے اس میں پی ایچ ڈی کرلے۔ اُستاد لگ جائے مگر وہ مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ بعینہ کوئی بزرگ پوری صحاح ستہ پڑھ ڈالے کسی مدرسہ میں شیخ الحدیث لگ جائے مگر پیروی اپنے امام کے قول کی کرے۔ وہ ہرگز اہلسنت نہیں ہے بلکہ پرلے درجے کا مقلد ہے۔ اہلسنت ہونا اور مقلد ہونا اجتماع النقیضین ہے۔ اس کے برعکس ایک شخص چٹا ان پڑھ ہے مگر اہل علم سے پوچھ کر پیروی محمد مصطفےٰ ﷺ کی کرتا ہے۔ وہ اہلسنت ہے اور اہلحدیث ہے۔ میں حیران ہوں ان علماء کی گردن تقلید کے پھندے میں جکڑی ہوئی ہے۔ حق کی آواز ان کے حلق سے نکل نہیں رہی اور جانشین بنتے ہیں۔ داعی حق حضور اکرم ﷺ کے، کیونکہ وہ فرما گئے ہیں کہ

اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ (ترمذی) (علماء انبیاء کے وارث ہیں) میں پوچھتا ہوں حضور ﷺ کا ورثہ کتاب و سنت کے علاوہ بھی کچھ ہے آپ ﷺ نے فرمایا تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا

کِتَابُ اللّٰہِ وَسُنَّۃِ رَسُوْلِہٖ (موطا) (میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں جب تک انہیں تھامے رکھوں گے گمراہ نہیں ہو گے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت)۔ معلوم ہوا حضور ﷺ کے صحیح وارث اصلی جانشین اہلسنت کہلانے کے حقدار فقط وہ لوگ ہے جنہوں نے کتاب و سنت کو سینے سے لگایا ہے اور ان کی سربلندی کے لیے کوشاں ہیں۔

بریلوی بھائیوں نے تو حد کر دی ہے انہوں نے توحید و شرک میں فرق ختم کر دیا ہے۔ سنت و بدعت کے درمیان حد فاصل کو مٹا دیا ہے اور معاشرہ میں بدعات کے انبار لگا دیئے ہیں پھر بھی ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں ہم اہلسنت والجماعت ہے میں تو سمجھتا ہوں کہ اہلسنت والجماعت ہونا تو دور کی بات ہے یہ تو حنفی بھی نہیں رہے کیونکہ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے ایسی لغو باتیں ارشاد نہیں فرمائی ہیں۔ برا نہ مانئے تو کہوں انہوں نے اپنا امام تبدیل کر لیا ہے اب ان کے امام حضرت امام صاحبؒ نہیں بلکہ احمد رضا خاں صاحب ہیں انہیں اپنے آپ کو صرف بریلوی یا رضا خانی کہلانا چاہیے کیوں خاں صاحب نے اپنی قوم کو وصیت فرمائی ہے حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے" اللہ توفیق دے (وصایا شریف صفحہ ۵) آخر میں عرض ہے اہلسنت والجماعت بننے کے لیے ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ کے طرز عمل کو مشعل راہ بنانا چاہیے۔ یعنی جس طرح انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی تھی ہمارے اندر بھی ایسا ہی جذبہ ہونا چاہیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کے ایمان کو بطور مثال پیش کیا ہے فرمایا:۔ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِہٖ فَقَدِ اھْتَدَوْا (بقرہ) (اگر لوگ اس طرح ایمان لائیں جیسے تم ایمان لائے ہو تو انہوں نے راہ پائی) نیز فرمایا:۔ وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا (النساء) (اور جو کوئی ہدایت واضح ہو جانے کے بعد پیغمبر ﷺ کی مخالفت کریں اور مومنوں کے علاوہ کوئی اور راہ اختیار کریں ہم اسے پھیر دے گے جدھر وہ پھر گیا اسے جہنم میں داخل کرے گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے)۔ کسے معلوم نہیں کہ صحابہ کرام بہترین جماعت تھے اور اعلیٰ و اوّل درجہ کے مومن تھے مگر وہ نہ تو کسی کے مقلد تھے اور بدعات کے مرتکب۔ سنت نبوی ﷺ کی پیروی ہی ان کا منتہائے مقصود تھا اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے آمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انسان انسان کا دارو ھے: حدیث میں آتا ہے لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاء'' فِاِذَا اُصِیبَ دَوَاءُ ن الدَّاءَ بَرِءَ بِاذْنِ اللّٰہِ(مسلم) بیماری کا علاج موجود ہے جب (صحیح) دوانشانہ پر بیٹھ جائے تو مریض بحکم خدا شفایاب ہوجاتا ہے۔ یہ روایت علم طب سے متعلق ہے اسے ذرا وسعت دیں تو کہا جاسکتا ہے۔ خود حضرتِ انسان بھی انسان کا دارو ہے دنیا میں انسان کو ایسے عارضے روگ اور امراض بھی لاحق ہوتے ہیں جن کا طب کے پاس کوئی علاج نہیں تو اس وقت انسان ہی ایک دوسرے کے لئے شفا بنتے اور کام آتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے طبی بیماریوں کے علاج میں بھی جب تک انسانی ہمدردیاں اور خیر خواہیاں شامل نہ ہوں تو ایسے علاج اکثر ادھورے اور نامکمل ہی رہتے ہیں۔

ایثار کی تعریف: کسی بھائی کو پریشان حال دیکھ کر جب کسی کی طبیعت پریشان ہوجائے اور وہ اپنا گنوا کر اسکی سنوارنے اور بگڑی بنانے کے درپے ہوجائے تو اسے ایثار کہتے ہیں۔ ایثار کے معنی ہیں ترجیح دینا یعنی اس نے اپنی ذات پر دوسرے کو فوقیت اور ترجیح دی اپنی ضرورت کو نظر انداز کیا اور دوسرے کی ضرورت کا خیال رکھا۔ ایک ہوتا ہے عام طور پر کسی کی مدد کرنا صدقہ وخیرات کرنا ضرورت سے زائد اور فالتو مال اللہ کی راہ میں دے دینا تو یہ اس آیت کے ضمن میں آتا ہے۔ وَلَیَسْئلو نَکَ مَاذَا یُنفِقُونَ قُلِ العَفوَ (توہ) لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں کہدے جو بچے ایثار کا مفہوم اس سے کہیں بالاتر ہے۔ یہ تو خود ننگے رہ کر دوسرے کا تن ڈھانپنا خود بھوکے رہ کر اور اپنا پیٹ کاٹ کر دوسرے کا پیٹ بھرنا اور خود پیاس کی شدت محسوس کرتے ہوئے دوسرے کو سیراب کرنا ہے۔ یعنی آپ احتیاج رکھتے ہوئے اوروں کی حاجت کو پورا کر دینا ایثار کہلاتا ہے کسی قوم میں ایثار کا پایا جانا اسکی انتہائی عظمت وبزرگی کی دلیل ہے انسانیت بہت ہی بلندیوں کو

چھوڑ رہی ہو تو یہ جذبہ بیدار ہوتا ہے بحمد اللہ اسلام کی تاریخ ایسے زریں واقعات سے لبریز ہے جنکو ہم فخریہ اس باب میں پیش کر سکتے ہیں۔

یار غار: ہجرت کا سفر تھا صدیق اکبرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسفر تھے۔ یہ دونوں راہی غار ثور میں رات گزارنے لگے تو ابوبکرؓ نے کہا پہلے مجھے داخل ہونے دیجئے تاکہ اگر کوئی کیڑا وغیرہ ہو تو آپکو نہیں مجھے کاٹے اندر جا کر غار کو صاف کیا۔ ایک سوراخ کو تہہ بند پھاڑ کر بند کیا اور دو سوراخوں پر اپنے دونوں پاؤں ٹکا دیئے۔ تب حضور ﷺ سے کہا تشریف لے آیئے آپ آئے اور صدیق اکبرؓ کی گود میں سر مبارک رکھ کر سو گئے۔ ناگہاں ایک سوراخ میں سے حضرت ابوبکرؓ کے پاؤں کو سانپ نے ڈس لیا اور آپ نے صرف اسلئے جنبش تک نہ کی مبادا نبی علیہ السلام کی نیند میں خلل پڑھے لیکن آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے ٹپک کر نبی علیہ السلام کے چہرہ اقدس پر جا پڑے آپ ﷺ نے فرمایا کیا بات ہے ابوبکر؟ غار یارؓ نے کہا حضور میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے سانپ نے ڈس لیا ہے تو حضور ﷺ نے لعاب دہن لگایا جس سے تکلیف جاتی رہی پھر بعد میں زہر کے اثر نے عود کیا (بحوالہ مشکوۃ) اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ابوبکرؓ نے شہادت پائی اور آپ نے صرف نبی علیہ السلام کے آرام کیلئے اپنی جان راہ خدا میں قربان کر دی۔

اللہ اور اس کا رسول ﷺ: حضرت عمرؓ فرماتے ہیں ایک دفعہ نبی علیہ السلام نے ہمیں صدقہ کا حکم دیا اتفاق سے میرے پاس کافی مال تھا میں نے دل میں کہا آج ابوبکرؓ سے سبقت لے ہی جاؤنگا اور نصف مال لیکر دربار نبوی میں پہنچ گیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا گھر کیلئے کیا چھوڑا عرض کیا مثل اس کے ابوبکرؓ اپنا سب کچھ اُٹھا لائے حضور ﷺ نے ان سے بھی یہی سوال کیا گھر کیلئے کیا چھوڑا فرمایا اللہ تعالیٰ اور اسکا رسول ﷺ میں نے کہا میں ابوبکر سے کبھی بازی نہیں لے جاسکوں گا۔ (ابوداود و ترمذی)

جان اور محبت رسول میں موازنہ: حضرت حبیبؓ بن عدی کا واقعہ مشہور ہے جنہیں جنگ احد کے بعد قریش مکہ نے دھوکہ سے پکڑ کر شہید کر ڈالا تھا ایک سنگدل نے آپکے جگر کو چھیدتے ہوئے پوچھا کیا تم راضی ہو کہ محمد ﷺ پھنس جائے اور تم چھوٹ جاؤ آپؓ نے پر جوش انداز میں جواب دیا اللہ مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ میری جاں بخشی کے عوض نبی علیہ السلام کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے (بحری وغیرہ)۔

انصار مدینہ : مہاجرین مکہ کی آمد پر انصار مدینہ نے جس خلوص ایثار اور بے لوثی کا ثبوت دیا اپنی مثال آپ ہے۔کوئی قوم اسکی نظر پیش نہیں کرسکتی انصار نے ہر چیز میں اپنے مہاجر بھائیوں کو شریک کرلیا تھا خود قرآن انکا مداح ہے۔

وَالَّذِیْنَ تَبَوَّءُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِھِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ ھَاجَرَ اِلَیْھِمْ وَلَایَجِدُوْنَ فِی صُدُوْرِھِمْ حَاجَۃً مِّمَّااُوْتُوْاوَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْ کَانَ بِھِم خَصَاصۃ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (سورۃ الحشر) اور (مال فی) ان لوگوں کے لیے ہے جنہوں نے مدینہ اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنالی اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے پیار کرتے تھے اور مہاجرین کو جو کچھ ملے اس سے یہ اپنے دل میں کوئی خیال نہیں لاتے اور انہیں اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں خود خواہ انہیں کتنی سخت حاجت ہو اور جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے بچ جائیں وہی کامیاب ہیں۔شان نزول اس آیت کا یہ ہے نبی علیہ السلام کے پاس ایک حاجت مند آیا جسے بہت بھوک لگ رہی تھی۔آپ نے اپنے گھروں میں کھانے کا پتہ کرایا لیکن کہیں سے کچھ نہ ملا لوگوں سے کہا بھئی کوئی ہے جو رات انہیں مہمان رکھ لے۔

ابوطلحہؓ جو ایک انصاری صحابی تھے اُٹھے اور کہا جناب میں انہیں اپنا مہمان بناتا ہوں آپ انہیں لے گئے اور بیوی صاحبہ سے کہا دیکھو یہ رسول اللہ ﷺ کے مہمان ہیں۔ہم خود خواہ بھوکے رہیں لیکن انہیں کھانا ضرور ملنا چاہیے وہ بولیں گھر میں اللہ کا نام ہی ہے۔البتہ بچوں کے لیے کچھ ٹکڑے پڑے ہیں فرمایا بچوں کو تو بہلا کر سلا دو اور ہم خود پیٹ پر کپڑا باندھ کر رات فاقہ سے کاٹ لیں گے اور جب مہمان کھانے لگے۔تو بتی خراب کر دینا تا کہ مہمان کو یہ بھی محسوس نہ ہو کہ ہم نہیں کھا رہے ہیں چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا صبح جب یہ میزبان انصاری صحابی نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور نے فرمایا ان میاں بیوی کے رات والے عمل سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوا اور ہنسا ہے اور مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی جسمیں انصار کی منقبت کا بیان ہے (بخاری مسلم)

پہلے اُسے پلائو : جنگ یرموک ھجر ۱۳ کے تین جان بلب زخمی مجاہدوں کا ذکر بھی اس موقع پر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔جنہوں نے ایثار کی وہ عظیم مثال قائم کی جسے رہتی دنیا تک فراموش نہ کیا جا سکے گا پیاس کی وجہ

سے ان کے حلق سوکھ کر کانٹا ہو گئے تھے۔ پانی والا پہنچا تو ہر ایک نے یہی جواب دیا کہ پہلے اسے پلاؤ انہی پیشکشوں میں پانی کسی کے نصیب میں بھی نہ ہوا۔ اور وہ تینوں پانی کی بجائے جام شہادت نوش کر گئے۔ ایثار کی یہ نادر اور یادگار مثالیں ہمارے اسلاف نے قائم کی ہیں۔

أُولٰئِکَ آبَائِی فجئنی بِمِثْلِهِمْ اِذَا جَمَعْتَنَا یَا جَرِیْرُ المَجَامَعُ

ہمیں نرا انکا داستان گو نہیں بلکہ حقیقی معنوں میں جانشین بنکر دکھلانا چاہیے۔

اور ہمارا طرزِ عمل: بہت سے لوگ عہد کرتے ہیں اگر ہمیں موقع ملا تو ساری عمر خدمت خلق خدا میں کھپا دیں گے لیکن وقت آنے پر قوم نے ان سے جو امیدیں وابستہ کر رکھی ہوتی ہیں۔ خاک میں مل جاتی ہیں کتنے لوگ ہیں جنہیں اسوقت ملک وملت کی خدمت کا موقع حاصل ہے اور وہ بجائے خدمت کے الٹا قوم کو لوٹنے میں مصروف ہیں ایثار کی بالکل ضد ہونا تو یہ چاہیے تھا اپنا آپ لٹا کر قوم کا کچھ بناتے اور یہاں قوم کا خون چوس چوس کر اپنے اپنے تن وتوش میں اضافہ کیا جا رہا ہے۔ کس کس کا نام لوں کوئی ایک طبقہ ہو تو ذکر کروں۔ الا ماشاء اللہ اس حمام میں سبھی ننگے ہیں مثلاً یہ ڈاکٹر یہ وکیل یہ اساتذہ یہ سرکاری ملازمتیں یہ تجارت یہ جاگیردار یہ کارخانہ دار یہ سرمایہ دار حتیٰ کہ یہ سیاسی مذہبی زعما کیا کیا گل نہیں کھلا رہے ہیں اور بھی جس جس کا جہاں تک بس چلتا ہے کم نہیں کر رہا ایسے معلوم ہوتا ہے سب بے رحم قصاب بن گئے ہوں۔

آئیے: اسکی وجہ فقط یہی ہے کہ ہمارے پیش نظر اپنے روحانی آبا یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے جاں نثار ساتھیوں کا اسوہ حسنہ نہیں رہا۔ ان کا نام اگر باقی ہے تو فقط چند مسائل یا قصہ گوئی دو داستان سرائی کی حد تک جہاں تک اخلاقیات کا تعلق ہے ہمیں ان سے کوئی نسبت و سروکار نہیں۔ آیئے ہم پھر سے عہد کریں کہ پورے پورے مسلمان بنکر قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ کر دیں۔ (انشاء اللہ العزیز) خدا کرے ہم خودغرضیوں کی بجائے اپنے بھائیوں کے لئے کام آجانے کو بھی زندگی کا حاصل تصور کیا کریں کہ اسی میں موجود انسانی دکھوں کا مداوا ہے اور یہی اسلام کا اخلاقی درس ہے۔

یہی ہے عبادت یہی دین و ایمان

کہ کام آئے دنیا میں انسان کے انسان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

درود و سلام

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قدرت کا ایک عظیم شاہکار ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے یقیناً آپ سے بہتر کوئی مخلوق پیدا نہیں فرمائی۔

ورفع بعضھم درجت (بقرہ)

آپ کی رفعت شان اس بات سے عیاں ہے کہ آپ کے بغیر ہمارا ایمان نامکمل کلمہ نامکمل اذان نامکمل اور نماز نامکمل ہے۔

ورفعنا لک ذکرک

آپ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے (النساء) آپ کی اطاعت جنت کی ضمانت ہے۔ (بخاری) آپ کی پیروی اللہ کی محبت کا ثبوت اور گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے۔ (آل عمران) اللہ تعالےٰ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنا پیار ہے اس آیت سے اندازہ لگائیے۔

ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یاایھاالذین امنو صلو علیہ وسلمو تسلیما (احزاب) بے شک اللہ تعالےٰ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔

حضرت عمرؓ فرماتے تھے جب تک درود شریف نہ پڑھا جائے دعا زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے اوپر نہیں چڑھتی (ترمذی)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے پہلے میرے حبیب ﷺ پر دورد بھیجو پھر مجھ سے بات کرو۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں ہے کہ ایک شخص نے نماز کے بعد بغیر حمد وصلوٰۃ کے دعا مانگنا شروع کی تو آپ ﷺ نے فرمایا اے نمازی تو نے جلدی کی تمہیں دعا سے پہلے حمد وصلوٰۃ کہنی چاہیے تھی۔ (ترمذی)

عبداللہ بن مسعودؓ نے اس قاعدہ کو ملحوظ رکھ کر دعا مانگی تو آپ نے فرمایا مانگو جو چاہو ملے گا (ترمذی)

حافظ ابن القیمؒ فرماتے ہیں

اللہ تعالیٰ کے درود بھیجنے سے مراد یہ ہے کہ آپ کی شان بیان کی جائے آپ کے ذکر کو بلند کیا جائے اور آپ کو تقویت پہنچائی جائے اور ہمارا درود بھیجنا نبی علیہ السلام کیلئے اللہ تعالیٰ سے ان باتوں کا سوال کرنا ہے (اجلاء الافہام)۔

اللہ تعالیٰ کے ہم پہ بے شمار احسانات ہیں سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے ہم میں اپنا محبوب پیغمبر ﷺ بھیجا ہمیں آپ کی امت میں سے بنایا اور آپ ﷺ پر ایمان لانے کی توفیق دی۔ آپ ﷺ نے جس محنت شاقہ اور جس تندہی و جانفشانی اور جرات مندی کے ساتھ اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچایا اور اسلام کی تبلیغ فرمائی آپ کی محنت وکاوش کا حصہ ہیں۔

جس طرح ہم ساری عمر اللہ جل جلالہ کی حمد بیان کرتے رہیں تب بھی حق ادا کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ اسی طرح مہد سے لے کر لحد تک اللہ کے پیغمبر کا شکریہ ادا کرتے رہیں تو حق کا عشر عشیر بھی ادا نہیں ہوسکتا اور شکریہ کی عمدہ ترین شکل یہ ہے کہ آپ پر بکثرت درود وسلام بھیجا جائے۔ درود وسلام اللہ کو بھی محبوب ہے کیونکہ ذکر محبوب ہوتا ہے اور آنحضرت ﷺ کو بھی محبوب ہے کیونکہ یہ امت کی طرف سے اپنے آقا و مولیٰ کے حضور ﷺ پیار کا ایک حسین تحفہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کے فرشتے لیجا کر رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔ (نسائی)

اور خود ہمارے اپنے لیے بھی محبوب اور مفید ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے مجھ پر ایک بار درود شریف بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود بھیجتے ہیں اور اس کے دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور دس درجے بلند ہوتے ہیں۔ (نسائی)

ایک روایت میں ہے جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر ستر بار درود بھیجتے ہیں۔ (احمد)

نیز یہ فرمایا کہ مجھ پر بکثرت درود بھیجنے والے قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ قریب ہوں گے۔ (ترمذی)

بلکہ فرمایا اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور پھر وہ مجھ پہ درود نہ

بھیجے۔(ترمذی)

اور فرمایا بخیل ہے وہ شخص جو میرا ذکر سن کر درود نہ پڑھے۔(ترمذی)

بحمد اللہ اہلحدیث کا عقیدہ ان احادیث کے مطابق ہے مگر حنفیہ اپنا کچھ مخصوص مسلک رکھتے ہیں جامعہ اشرفیہ لاہور کے دیوبندی المسلک مولانا عبدالرحمٰن صاحب اشرفی فرماتے ہیں درود شریف زندگی میں صرف ایک دفعہ پڑھنا فرض ہے جس طرح مالدار پر صرف ایک دفعہ حج کرنا فرض ہے باقی واجب یا مستحب ہے اگر ایک مجلس میں دس مرتبہ نبی ﷺ کا نام مبارک آیا تو ایک دفعہ پڑھنا واجب باقی مستحب ہوگا۔

(روزنامہ جنگ ۸۵۔۱۱۔۸)

بریلویت کے بانی احمد رضا خاں صاحب کے ترجمہ والے قرآن مجید کے حاشیہ پر بھی تقریباً یہی بات لکھی ہے۔(صفحہ ۶۱۷) یہ مضمون فقہ حنفیہ کی کتابوں ہدایہ وغیرہ سے معقول ہے۔ہدایہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ خطبہ جمعہ کے لئے استماع وانصات (سننا اور خاموش رہنا) فرض ہے لیکن جب امام صلو علیہ وسلمو تسلیما پڑھے تو سامع کو اپنے جی میں درودوسلام پڑھنا چاہیے (صفحہ ۸۳)۔اس سے معلوم ہوا خود حنفیہ کے نزدیک جی میں پڑھنا استماع وانصات کے منافی نہیں پھر نہ معلوم فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ پر یہ لوگ ہم سے کیوں محاذ آرائی کرتے رہتے ہیں۔

سورہ فاتحہ سے نہ جانے ان کی کیا دشمنی ہے اور اس نے ان کا کیا بگاڑا ہے یہ اسے نماز جنازہ میں بھی جائز نہیں سمجھتے حتیٰ کے امام کے لیے بھی حالانکہ یہ حضور ﷺ کی سنت ہے۔(عن ابن عباس بخاری صفحہ ۱۷۸)

ہدایہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر نمازی آخری قعدہ میں تشہد پڑھ کر (بغیر درود شریف پڑھے بغیر دعا مانگے اور بغیر سلام پھیرے) غیر مسنون طریقہ سے فارغ ہو جائے تو اس کی نماز مکمل ہوگئی۔(صفحہ ۹۰)

جو لوگ ماتم کی فضول رسموں پر عمل نہیں کرتے ان پر ایک لغو و ناشائستہ فقرہ کسا جاتا ہے کہ مرگئے مردود نہ فاتحہ نہ درود۔مسائل مذکورہ کی روشنی میں قارئین خود نتیجہ اخذ کرلیں کہ یہ فقرہ کن پر صادق آرہا ہے۔

اب کچھ عرصہ سے بریلوی مساجد میں اذان سے پہلے ایک درود گانے کا رواج چل نکلا ہے جو عرف عام میں لائلپوری (فیصل آبادی) یا اسپیکری درود کہلاتا ہے لائلپوری اس لئے کہ یہ وہاں کے ایک مولوی صاحب کی ایجاد ہے جسے ان کے شاگردوں نے متعدی بیماری کی طرح دوسرے شہروں میں بھی پھیلایا ہے

اسپیکری اسلئے کہ یہ بغیر اسپیکر کے نہیں پڑھا جاتا بجلی بند ہو جائے۔تو یہ بھی بند ہو جاتا۔اس لحاظ سے اسے الیکٹرک درود بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ فقط بجلی سے چلتا ہے۔

اذان ہمارا مذہبی شعار ہے اس میں کمی بیشی کا کسی کو مجاز نہیں ہے مگر افسوس شیعہ نے اسکے بیچ میں اضافہ کر دیا ہے اور بریلویوں نے اس کے آغاز میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ اور حضرت ابومحذورہؓ کو جو اذان سکھلائی تھی وہ ان زیادتیوں سے پاک تھی اور وہ بغیر کسی تبدیلی کے اسی طریقہ پر اذان دیا کرتے تھے۔

رضوی عاشقوں نے خیر القرون کی سنت سے تجاوز کیا اور صحابہ کرامؓ سے زیادہ حضور ﷺ کے چاہنے والے بن بیٹھے ہیں اگر یہی صلوٰۃ وسلام معیار محبت ہے تو ثابت ہوا کہ نہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے اور سرور کائنات کے موذنین کو نہیں تھی۔

غور فرمایئے جن مقامات پر درود شریف پڑھنے کی تاکید فرمائی گئی ہے وہاں وہ بالعموم مستحب رہ گیا۔ یعنی پڑھ لے تو ثواب ہے نہ پڑھے تو گنہگار نہیں۔اور جہاں پڑھنا بدعت ہے وہاں ضروری ہو گیا استغفر اللہ جیسے گھر کی شریعت ہو۔

پھر یہ جس قسم کا درود پڑھتے ہیں وہ بھی بے ثبوت ہے اور اسے درود شریف کہتے ہیں حالانکہ درود شریف صرف وہ ہو سکتا ہے جو آنحضرت ﷺ کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق ہو۔

ان کے درود کا آغاز کچھ اس طرح سے ہوتا ہے۔**الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ** اس میں ایک تو یہ نقص ہے کہ یہ ندائے غیر اللہ ہے۔یعنی جائز نہیں کچھ لوگوں کو تشہد میں پڑھے جانے والے الفاظ **السلام علیک ایھا النبی** سے شبہ پڑ جاتا ہے۔

حالانکہ یہ سلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات پیش کیا گیا تھا (معجم اوسط طبرانی)۔ جسے بصورت حکائیت نماز کے لیے منتخب کر لیا گیا۔

صحابہ کرامؓ جیسے مضبوط ایمان والوں کے لئے اس میں خطرہ کی کوئی بات نہیں تھی۔وہ آنحضرت کو حاظر ناظر نہیں جانتے تھے۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں ہم نے آپ کی وفات کے بعد اسلام علی النبی پڑھنا شروع کر دیا تھا (بخاری)۔روضہ مبارک پر جا کے ساتھ درود وسلام جائز ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسے ہم

اسلام علیکم یا اھل القبور کہتے ہیں۔

یارسول اللہ والے درود میں جو دوسری بہت بڑی کمی ہے وہ یہ ہے کہ اسکا معنی یہ ہے کہ اے اللہ کے رسول آپ پر درود وسلام ہو۔ بھلا ہمارے پاس ہے ہی کیا جو ہم نے بھیجنا ہے برخلاف اس کے اگر یہ درخواست کی جائے کہ اے اللہ پاک تو محمد پر صلوٰۃ وسلام بھیج۔ تو معنی کتنا عظیم ہو جاتا ہے۔ جس پیمانے پر اللہ تعالےٰ صلوٰۃ وسلام بھیج سکتا ہے اسکے مقابلے میں ہماری حقیقت ہی کیا ہے۔ درود وسلام کے خزانے تو اسی کے پاس ہیں۔

اس مفہوم کو یوں بھی واضح کیا جاسکتا ہے کہ یارسول اللہ والا درود ہے جب کہ **الھم صل** والا درود بیک وقت درود محمدی بھی ہے۔ ذکر الٰہی بھی ہے مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات بھی ہے دعا بھی ہے بلکہ عبادت بھی ہے۔

حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے میں نے نبی ﷺ سے عرض کیا میں آپ پر بکثرت درود شریف بھیجنا چاہتا ہوں تو دعا میں میں آپ کے لئے درود کا کتنا حصہ رکھا کروں فرمایا جس قدر چاہو عرض کیا یک چوتھائی فرمایا جتنا چاہو عرض کیا نصف فرمایا جتنا چاہو عرض کیا دو تہائی فرمایا جتنا چاہو عرض کیا میں تمام وقت درود میں لگا دیا کروں گا۔ تو فرمایا تب تم کفائیت کئے جاؤ گے اور تمہارے گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔ (ترمذی)

بریلی کے عاشقوں کو وہ درود پسند نہیں جو حضور ﷺ نے فرمایا وہ پسند ہے جو ان کی اپنی اختراع ہے حالانکہ حضور ﷺ کی پسند پر کسی اور کی پسند کو ترجیح نہیں دی جانی چاہیے۔

آپ کے بیان کیے ہوئے الفاظ سے کسی کے الفاظ بہتر نہیں ہو سکتے ان سب حقائق کے باوصف جدید ماڈل درود کے لیے وجہ ترجیح غالباً یہ معلوم ہوتی ہے کہ مسنون درود گایا نہیں جاسکتا جب کہ انہیں ایسے درود چاہئیں جن سے ان کی رگ موسیقی کو غذا مل سکے۔

ہمارے موذن اذان سے قبل درود نہیں چھپاتے۔ ''سرحد پار'' سے فتویٰ لگ جاتا ہے کہ یہ گستاخ ہیں انہیں حضور ﷺ سے محبت نہیں ہے یہ درود کے قائل نہیں ہیں۔ حالانکہ ہر شے اپنے ٹھکانے پر اچھی لگتی ہے۔

آپ کسی کے گھر میں داخل ہوں اور وہاں آپ کو دیواروں کے ساتھ سونا لٹکا ہوا نظر نہ آئے یا کپڑے فرش پر رلتے ہوئے نظر نہ آئیں۔ یا کتابیں غسل خانے میں بکھری نظر نہ آئیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ گھر میں یہ اشیا ہی نہیں وہ تو اپنے مقام پر ملیں گی۔ بے ترتیبی کسی آباد اور سگھڑ گھرانے کی علامت نہیں ہوتی۔

ہم اگر بے موقع اور رنگ برنگے درود پڑھ پڑھ کر اہل محلہ کو نہیں ستاتے دس دس ہارن! کھول کر ان کے لیے موجب ایذا نہیں بنتے۔ دین سے ان کی معصوم محبت کا ناجائز فائدہ نہیں اٹھاتے اور ان کی قوت برداشت کو نہیں آزماتے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم درود ہی کے منکر ہو گئے۔

پچھلے دنوں مجھے کسی نے بتلایا تھا جس علاقے میں بریلوی مسجدیں ہوں وہاں ان کے بے ہنگم شور و غل کی وجہ سے جائیداد کا مول ہی گر جاتا ہے یہ ذرا خیال نہیں کرتے کوئی بیمار ہو گا کوئی پڑھائی میں مصروف ہو گا۔کوئی عبادت میں مشغول ہو گا۔یا بچے ہی ڈر جائیں گے اچھا حق ہمسائیگی ادا کرتے ہیں۔یہ لوگ ہر وقت باں باں کرتے رہتے ہیں ان کا درود نہ ہوا درد سر ہو گیا۔انتظامیہ بھی بلاوجہ ان کی سائیڈ لیتی ہے صرف اس لئے کہ ایک شے جو قطعاً دین نہیں ہیں ان ظالموں نے نہایت سنجیدگی کے ساتھ اسے دین کو ہوا بنا کر پیش کر دیا ہے۔

جہاں تک واقعتاً درود شریف پڑھنے کا تعلق ہے خدا کے فضل وکرم سے اہلحدیثوں جتنا درود شریف کس نے پڑھنا ہے ہم تو ہوئے ہی حدیث کے خادم ہم نے ہر حدیث سے پہلے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنا ہوتا ہے۔صلوٰۃ وسلام تو اہلحدیث مکتبہ فکر کی گھٹی میں داخل ہے۔

آپ اہلحدیث مدارس میں تشریف لا کر جائزہ لیں حنفی مدارس کے برعکس یہاں شروع سے لے کر آخر تک طلبہ آپ کو حدیث شریف پڑھتے نظر آئیں گے یعنی تعلیم کی ابتدا میں بھی قال قال ہے اور انتہا میں بھی قال قال ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس بات کو یوں بھی سمجھ لیجیے درود شریف کے تو ہم قائل اور فاعل ہیں مگر ہم نے اپنے کارخانوں کے ڈھلے ہوئے درودوں کی صنعتی نمائش نہیں لگا رکھی۔

ہم درود شریف اس لیے نہیں پڑھتے کہ عوام پر جعلی عکس ڈالا جا سکے یا انہیں کوئی خاص قسم کا تاثر دیا جا سکے اور ان پر یہ رعب جمایا جا سکے کہ ہم بلاشرکت غیرے درود کے ٹھیکیدار ہیں بلکہ ہم اسلئے پڑھتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ راضی ہو جائے اور اللہ کی رضا اسی میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کی دی ہوئی ہدایت کے مطابق عمل کیا جائے۔

یہ بات شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کو معلوم تھی کہ کون سی شے کس جگہ رکھنی چاہیے کون سا نگینہ کہاں جڑنا چاہیے اور کونسا موتی کہاں پرونا چاہیے۔اسمیں اپنی طرف سے ادر رد و بدل کرنا دین میں ناجائز

مداخلت ہے۔تخریب کاری ہے اور اسلام کا حلیہ بگاڑنے کے مترادف ہے خود اذان کے بارے میں احمد رضا خاں صاحب فرماتے ہیں۔

قلبی محبت وہی ہے کہ شریعت کے دائرہ میں رہے اسمیں اپنی اصلاح کی مداخلت نہ کرے (ملفوظات صفحہ۵۹)

سالم بن عبیدؓ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی نے چھینک کر کہا السلام علیکم آپ نے ناراض ہوکر جواب دیا سلام تجھ پر اور تیری ماں پر اور فرمایا جب کوئی چھینکے تو یوں کہے **الحمدالله رب العالمین** سننے والا **یرحمک الله** کہے اور چھینکنے والا کہے **یهدیکم الله و یصلح بالکم** (ترمذی)

شریعت میں ردو بدل کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ جب اذان سنو تو جو مؤذن کہتا ہے تم بھی کہتے جاؤ پھر (یعنی اذان ختم ہونے کے بعد) مجھ پر درود بھیجو۔جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے (مسلم) لیکن ان کا عمل اس سے بالکل مختلف ہے۔

میں یہ نہیں کہتا بریلوی عوام کو حضور ﷺ سے محبت نہیں ہے یا یہ کہ وہ یہ جان بوجھ کر حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں البتہ یہ ضرور کہونگا کہ ان کے مرشدوں نے صحیح بتلایا ہی نہیں بریلویوں کے حضور پرنور احمد رضا خاں صاحب درالمختار کے حوالہ سے فرماتے ہیں۔مستحب ہے کہ جب اذان میں پہلی بار **اشهدان محمد رسول الله** سنے صلی اللہ علیک یارسول اللہ کہے اور جب دوبارہ سنے تو کہے **قرت عینی بک یارسول الله** یعنی میرے آنکھ حضور ﷺ سے ٹھنڈی ہوتی ہے۔یارسول اللہ (احکام شریعت صفحہ ٦٦) ذرا اس گفتگو کا ذائقہ بھی چکھئے۔

عرض: وہابیہ کی جماعت چھوڑ کر الگ نماز پڑھ سکتا ہے۔ارشاد نہ انکی نماز نماز ہے نہ انکی جماعت جماعت۔

عرض: وھابیوں کی مسجد بنوائی ہو مسجد ہے یا نہیں۔ارشاد کفار کی مسجد مثل گھر کے ہے۔

عرض: وھابی موذن کی اذان کا اعادہ کیا جائے یا نہیں۔ارشاد جس طرح انکی نماز باطل اسی طرح اذان بھی۔ملفوظات احمد رضا خان صاحب (صفحہ ۱۰۵،صفحہ ۱۰٦)

اذان سے پہلے درود سراسر ضد بازی کا معاملہ بن گیا ہے خواہ مخواہ ان لوگوں نے اسے اپنا ٹریڈ مارک

بنا کر بدنامی مول لے لی ہے اب یہ اسے چھوڑ بھی نہیں سکتے کیونکہ شکست کا دھبہ لگتا ہے تاہم ان میں جو پڑھے لکھے لوگ ہیں اور جن میں اخلاص کی رتی موجود ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ درود بدعت ہے اور یہ نہیں ہونا چاہیے۔ کچھ عرصہ ہوا بریلویوں کی طرف سے باقائدہ ایک اشتہار شائع ہوا تھا جسمیں اس حرکت کی سختی سے مذمت کی گئی تھی اور اسکے نقصانات گنوائے گئے تھے۔ اس اشتہار میں جناب مفتی محمد حسین نعیمی صاحب کے علاوہ دیگر کئی علماء کے دستخط موجود تھے۔

جواذ کار بالجہر مسنون ہیں ان کے سوا باقی اور درود وظائف میں اخفا کا حکم ہے۔

ادعوا ربکم تضرعا و خفیة انه لایحب المعتدین.

پکارو اپنے رب کو عاجزی سے اور آہستہ وہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا (الاعراف)

حنفی کہلانے والوں کو تو خاص طور پر اس امر کا خیال رکھنا چاہیے۔ یہ باوجود ثبوت جہر کے (ترمذی)

نماز میں آمین کو خفیہ کہتے ہیں کیا پھر انہیں سنت ہی سے عداوت ہے یعنی جو بات سرے سے ثابت ہی نہیں اسے لاؤڈ اسپیکر لگا کر پڑھتے ہیں اور جو بات جہر کے ساتھ ثابت ہے اور جس پر شاہ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کا بھی عمل ہے (غنیۃ الطالبین) اسکے لئے ہلکا سا جہر بھی ان کے نزدیک جرم عظیم بن جاتا ہے۔

اگر برا نہ مانئے تو یہ بھی بتلادوں کہ ان کے ہاں درود کی کتنی عزت ہے کیا حیثیت ہے اور کیا مقام ہے جب ہوا کے گھوڑے پر سوار انکے کوئی خطیب اعظم ہمیں صلواتیں سنا سنا کر تھک جاتے ہیں منہ سے جھاک بہنے لگتی ہے اور سانس پھول جاتا ہے تو ذرا دم لینے کے بہانے سامعین سے کہتے ہیں درود شریف پڑھئے۔ یا جب نعت خواں مائیک پر تشریف لاتے ہیں تو اپنی نعت کی دھن بنانے کیلئے حاضرین سے درود کی فرمائش کرتے ہیں بالکل ایسے ہی جیسے گانا شروع ہونے سے پہلے میوزک بجتا ہے۔ یا جب لاؤڈ اسپیکر کی آواز چیک کرنی ہو تو ہیلو ٹسٹنگ کی بجائے درود سے کام نکال لیتے ہیں میرا خیال ہے یہیں سے قبل از اذاں درود کی رسم جاری ہوگئی۔

تو گویا درود ان کے نزدیک دھن تیار کرنے کیلئے ہے ٹیسٹنگ کے لئے ہے ریا کاری کے لیے ہے اور دعوی کیلئے ہے۔ عرض یہ ہے اگر یہ درود لوجہ اور خدمت نبوی میں پیش کرنے کیلئے پڑھا جاتا ہے مگر آنڈیوں گوانڈیوں کو ستانے کی کیا ضرورت ہے اسلام میں ریا کاری تو جائز نہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انه نزل احسن الحديث

وجہ تسمیہ اہل حدیث

اسلام میں فرقہ بندی کو پسند نہیں کیا گیا

اِنَّ الَّذِیۡنَ فَرَّقُوۡا دِیۡنَهُمۡ وَ كَانُوۡا شِيَعًا لَّسۡتَ مِنۡهُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ (الانعام)

جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور گروہ گروہ ہو گئے تیرا ان سے کوئی تعلق نہیں۔

آنحضرت ﷺ فداہ ابی وامی کا ارشاد ہے:

ثم انكم تكونون على ثلاثة وسبعين فرقة كلها ضالة الا فرقة واحدة الاسلام وجماعتهم (غنية الطالبين)

پھر تمہارے تہتر فرقے ہو جائیں گے جو سب گمراہ ہونگے سوائے ایک فرقہ کے یعنی اہل اسلام اور ان کی جماعت۔

ہم اہلحدیث کہلاتے ہیں کچھ لوگ اس نام پر معترض ہوتے ہیں کہ اصلی نام جب مسلمان ٹھہرا تو اہلحدیث کا کیا مطلب۔ یہ تو فرقہ بندی کی حوصلہ افزائی اور فرقوں میں ایک فرقہ کا اضافہ ہے بعض اہلحدیث دوست بھی اس بات سے متاثر ہو کر کہہ دیتے ہیں کہ اہل حدیث اگر فرقہ کا نام ہے تو ہم اس سے باز آئے۔

فرقہ بندی سے نفرت قابل تحسین ہے لیکن معلوم ہونا چاہیے اہل حدیث ان فرقوں میں سے نہیں جو ناپسندیدہ ہیں۔ یہ وہ ہے جسے الافرقة واحدة کہہ کر مستثنیٰ کیا گیا ہے جس کا مسلک حسب ارشاد نبوی ﷺ

یوں ہے:

قفترق امتی علی ثلاث وسبعین ملة کلهم فی النار الاملة واحدة قالو امن هی یارسول الله قال ما انا علیه واصحابی

میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی جو سب جہنمی ہونگے سوائے ایک ملت کے۔لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ وہ کون (خوش نصیب) ہونگے فرمایا جس طریقے پر میں اور میرے صحابہ کرامؓ ہیں۔ پیران پیر حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں : **ماالفرقة النا جیة نهیٰ اهل السنة والجماعة** : فرقہ اہل سنت والجماعت ہی نجات پائے گا نیز فرمایا: **اهل سنة ولااسم لهم الااسم واحدوهر اصحاب الحدیث** اہل سنت کا ایک ہی نام ہے اور وہ اہل حدیث ہے۔لفظ فرقہ میں برائی نہیں اس کے گمراہ اور متعدد ہونے میں برائی ہے۔خود قرآن مجید میں ہے:

فَرِيْقٌ فِيْ الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِيْ السَّعِيْرِ (سورة الهود) ایک فرقہ جنت میں ہوگا اور ایک فرقہ جہنم میں۔

مایہ ناز عالم دین جناب مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ چونکہ انہوں (اہلحدیث) نے طریق متوارث سے افتراق کر کے کوئی نیا فرقہ نہیں بنایا اس لئے ہم ان کو فرقہ نہ کہیں تو بجا ہے۔چونکہ دوسرے فرقوں کے مقابلے میں یہ بھی ایک جماعت موجود تھی۔لہٰذا اس کی نسبت سے ہم ان کو ایک فرقہ شمار کرتے ہیں (تاریخ اہلحدیث ۷۹)

یعنی ہم فرقہ بنے نہیں بلکہ ایک فرقہ رہ گئے ہیں جو اپنے اصل پر قائم ہے۔ہم فرقہ بندی کی ہرگز تائید نہیں کرتے اور غلط فرقوں میں سے کوئی فریق بھی نہیں ہم تو اس تقسیم در تقسیم کے اشد مخالف ہیں اور روکنے والے ہیں۔عام روایت ہے کہ دو شخص لڑ رہے ہوں کوئی بھلا مانس انہیں چھڑانا چاہے تو وہ اسی سے لڑائی شروع کردیتے ہیں۔ہمارے ساتھ بھی یہی سلوک ہوا ہے۔ہمارا فرقہ ہونا تو ایک مجبوری ہے۔اصل شرعی نام بے شک مسلمان ہے اہلحدیث ہونا فقط ایک علامتی نام ہے یعنی پہچان کے لئے ایک خطاب یا یوں کہہ لیجئے مسلمان ذاتی نام ہے اور اہلحدیث صفاتی نام ہے۔

نسبت : مذکورہ بالا پیشنگوئی کے مطابق میں اسے رسول اللہ ﷺ کا اعجاز سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں میں جتنے بھی

فرقے ہوئے سب غیر اللہ یا غیر رسولؐ کی طرف یعنی اپنے اپنے پیشواؤں وغیرہ کی طرف منسوب ہیں۔ سوائے مکتب اہلحدیث کے کیونکہ اہل حدیث سے مراد اہل حدیث رسول ہیں یعنی پیغمبر کی بات ماننے والے۔

اللہ اکبر: کسی کے ہو رہے ہیں کوئی...... نبی ﷺ کے ہو رہے ہیں ہم

کُلُّ حِزْبٍ م بِمَالَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ (سورۃ روم) (ہر گروہ خوش ہے اس چیز کے ساتھ جو ان کے پاس ہے) کے مصداق اہل بدعت اپنا اصلی فرقہ وارانہ نام ہونے کے باوصف خود کو اہل سنت والجماعت کہلانے کی بالجبر کوشش کرتے ہیں حالانکہ سنت وبدعت میں آگ اور پانی کا بیر ہے۔ اہل سنت صرف کہلانا نہیں فی الواقع ہونا چاہیے۔ اپنے عقائد کے لئے آیات محکمات احادیث صحیحہ معمولات جماعت صحابہؓ یا فرمودات امام ابوحنیفہؒ سے ہی ثبوت تو مہیا کر کے دکھائیں پھر اہل سنت کہلانے کا شوق بھی پورا کر لیں۔

اھل حدیث ھی کیوں ؟ : سوال پیدا ہوتا ہے اہل حدیث ہی کیوں؟ اہل قرآن یا کچھ اور کیوں نہیں اس کے متعلق عرض ہے۔ قرآن مجید کے مختلف نام ہیں جن میں ایک حدیث بھی ہے فرمایا: فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ م بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ (سورۃ مرسلات) اس حدیث کے بعد کس پر ایمان لائیں گے۔ اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتَابًا (سورۃ زمر) اللہ تعالیٰ نے بہترین حدیث یعنی کتاب نازل فرمائی۔

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا (سورۃ نساء) اللہ تعالیٰ سے سچی بات کس کی ہو سکتی ہے۔ فَمَالِ ھٰٓؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَایَکَادُوْنَ یَفْقَھُوْنَ حَدِیْثًا (سورۃ نساء) اس قوم کو کیا ہو گیا ہے۔ بات سمجھنے کے قریب بھی نہیں آتے۔ اَفَمِنْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ (سورۃ قمر) کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو یعنی قرآن حدیثِ خدا تعالیٰ ہے اور سنت حدیثِ رسول ﷺ ہے۔ لفظ حدیث کتاب وسنت کا جامع ہے۔ الحمد للہ ہم شرح صدر سے دونوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ نیز تتبع سے کام لیا جائے تو آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اسلامی دنیا میں جتنے فتنے بھی پھیلے سب کا باعث حدیث رسول کو اس کا صحیح مقام نہ دینا ہے۔ سیانے لوگ فتنوں کی پیدائش کے تین اسباب بتاتے ہیں عقل، عقیدت اور ہوس۔ عقل بظاہر نہ سمجھ میں آنے والی باتوں کا انکار کرتی ہے جیسے معراج جسمانی کا انکار صفاتِ باری تعالیٰ کا انکار یا مثلاً متکلمین کے دیگر منکرانہ فتنے، منکرینِ حشر ونشر کا یہ استعجاب: وَاِذَا کُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًاءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا (سورۃ بنی اسرائیل)

کیا جب ہم ہڈیاں رہ جائیں گے اور بوسیدہ ہو جائیں گے تو کیا پھر ہماری نئی پیدائش معرض وجود میں آئے گی؟

اسی قبیل سے ہے یہ تفریط ہے:

عقیدت ضرورت سے زیادہ مان لیتی ہے۔ شرک پیر پرستی اور تقلید کے نقائص اسی کی بدولت ہیں یعنی اتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًامِّنْ دُوْنِ اللهِ (سورۃ التوبہ) انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو خدا کے سوا رب بنالیا۔ کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ افراط ہے۔

ہوس کا کوئی مذہب نہیں یا یوں کہیئے اس کا ایک ہی مذہب ہے اور وہ ہے عیاشی، شراب، غنا، زنا اور رزق حرام اس کے اہم اجزاء ہیں بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست یا قرآن پاک کی زبان میں یوں کہیے:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْ ايَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْ كُلُ الْاَنْعَامِ (سورۃ محمد)

اور کافر لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں اور جانوروں کی طرح کھاتے ہیں۔

مذکورہ ہر سہ اقسام دین کے لئے بہت ہی خطرناک اور مہلک بیماریاں ہیں۔ ٹریجڈی یہ ہے کہ لوگ اپنی ان بیماریوں کے جراثیم کی پرورش کے لئے خوراک قرآن مجید سے حاصل کرتے ہیں۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَاتَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِيْلَهُ (آل عمران)

یعنی بیمار دل لوگ تلاش فتنہ و تاویل کے لئے متشابہات قرآن کی پیروی کرتے ہیں۔ ان کی شرارتوں، سازشوں اور منافقتوں سے قرآن مقدس بازیچہ اطفال بن گیا۔ اسی لئے علمائے حق کا کہنا ہے السنة قاضية على الكتاب۔ یعنی کتاب اللہ کی صحیح تعبیر کے متعلق فیصلہ کن رائے حدیث کی سمجھی جائے گی۔ اگر ہم خود کو اہل اللہ یا اہل رسول یا اہل قرآن کہلوائیں تو غلط نہیں عین درست ہے لیکن مسلمانوں کے بیچ میں رہ کر یہ کوئی جرأت کا کام نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کو سبھی مانتے ہیں۔ نبی ﷺ پر تمام مسلمانوں کا ایمان ہے۔ قرآن بھی سب کے لئے حرزِ جاں اور جزوِ ایمان ہے۔ حدیث کے ساتھ ہماری خصوصی نسبت اس لئے ہے کہ حدیث ہی ایسی چیز ہے کہ اس کا کسی نے انکار کیا۔ کسی نے اِس قدر گھٹائی اور اس کے ساتھ ترجیحی سلوک روا رکھا تو گویا ہم یہ کہنا چاہتے ہیں۔ ''اے مسلمانوں ہم اس حدیث کو مانتے ہیں۔ جس کا تم انکار کرتے ہو۔ جس کی تم شان گھٹاتے ہو اور جس سے تم سوتیلی ماں جیسا سلوک کرتے ہو۔

حدیث سے خصوصی تعلق : ہمارے مسلک کے مطابق حدیث شریف ہی صحیح معنوں میں قرآن مجید کی تشریح تعبیر اور تفسیر ہے۔ حدیث کی روشنی میں قرآن کو سمجھنا پیغمبر معصوم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نگاہ طیب واطہر سے قرآن کا مطالعہ کرنا ہے۔ یہ نگاہ ہماری چودہ سو سالہ زندگی کا حاصل ہے اور ہمارے ایمان کا قیمتی سرمایہ ہے ہمارے اسلاف ابتدا ہی سے اس فن میں یوں مشغول رہے ہیں کہ ان کا نام ہی محدثین یا اصحاب الحدیث یا اہل حدیث قرار پا گیا۔ زندہ شہادت ملاحظہ ہو۔ آج بھی ہمارے مدارس میں (دورہ حدیث نہیں) تدریس حدیث کو سب سے اونچا اور فائق مقام حاصل ہے۔ ہماری مسجدیں اور مدرسے قال قال رسول اللہ ﷺ کی کیف آور صداؤں سے دن رات گونجتے رہتے ہیں۔ ہمارے نزدیک حدیث رسول کو قول امام کی کسوٹی پر رکھ کر پرکھنا حدیث کی ناقابلِ معافی توہین ہے۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے شہنشاہ کونین ﷺ کو ایک امتی کے دربار میں بطور مجرم پیش کر دیا جائے کہ وہاں سے کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر ذیل کے حوالے مشاہدہ فرمائیے۔

صل عند اصحابنا ان خبر الاحار متی و رد مخالفالنفس الاصول لم تقبل اصحابنا
(تاسیس النظر 77 ابوزید دبوسی حنفی)

ہمارے اصحاب کا یہ قانون ہے کہ خبر واحد اگر ان کے اصول کے خلاف ہو تو قبول نہیں ہوگی:

ان کل خبر یجیئ بخلاف قول اصحابنا فانه یحمل علی النسخ او علی انه معارض بمثله ثم صارالی دلیل آخر او ترجیح فیه بما یحبتح به اصحابنا من وجوه الشرجیح اویحمل علی التوفیق (اصول کرخی اصول نمبر ۲۹)

کوئی حدیث اگر ہمارے اصحاب کے قول کے خلاف ہو تو وہ منسوخ سمجھی جائے گی یا حدیثوں میں تعارض فرض کر کے قول کے لیے کوئی اور دلیل تصور کی جائے گی یا کوئی اور ترجیح یا تطبیق کی شکل ہوگی بلکہ

ان کل آیة تخالف قول اصحابنا نا نها تحمل علی النسخ اوعلی الترجیح والاولی ان تحمل علی التاویل من جهة التوفیق (اصول کرخی اصول نمبر ۲۸)

جو آیت بھی ہمارے اصحاب کے قول کے مخالف ہو اسے یا تو منسوخ تصور کیا جائے گا یا اسے صرف

راسخ سمجھا جائے گا۔ بہتر یہ ہے کہ تاویل کر کے آیت اور قول میں تطبیق دے دی جائے قول کو بہر حال رد نہیں کیا جائے گا یہ بھی کوئی ایمان ہے مگر ہم قرآن کے بعد اصحاب فن یعنی محدثین کے اصول حدیث کے مطابق حدیث کو اصل معیار سمجھتے ہیں۔ ہمارے عقیدہ کی رو سے جس طرح نبی ﷺ اپنے مرتبے میں لاشریک اور افضل کائنات ہیں۔اسی طرح آپ کا قول وعمل بھی بے نظیر اور افضل ترین ہے۔صحیح حدیث مل جانے کے بعد ہرجائی عاشقوں کی مانند ہم ادھر ادھر نہیں جھانکا کرتے۔

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عشق ومحبت کا دعویٰ ہر ایک کو ہے یہ محبت دو ہی طرح سے ممکن ہے۔ آپ ﷺ کی ذات سے آپ ﷺ کی بات سے۔بات کا حشر دنیا دیکھ چکی ہے ذات ہم میں موجود نہیں۔ پتہ نہیں محبت کس چیز سے کرتے ہیں آپ نے فرمایا تھا کہ کتاب وسنت میرا ورثہ ہیں۔(موطا)

ہم نے اس ورثہ کو قبول کیا۔اسے دل میں جگہ دی یہ ہمارے پاس نبی ﷺ کی مقدس نشانی اور پیارے نبی ﷺ کی پیاری یادگار ہے سچ پوچھئے تو قرآن کی آیات اور صحاح ستہ کے صفحات میں ہمیں آنحضرت ﷺ کی ذات جلوہ گر نظر آتی ہے جنہوں نے قرآن اور حدیث کو فراموش کیا۔قسم خدا کی انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کا کچھ نہ دیکھا۔

عشق رسول ﷺ کا مظہر : ہم فقط نظریاتی یا تصوراتی حد تک محبت کے قائل نہیں ہم اطاعت اور تعمیل ارشاد کو محبت کا مظہر خیال کرتے ہیں۔حدیث رسول ﷺ سے یہ بے پناہ شغف اور اس کے مقابلے میں بڑوں بڑوں کو خاطر میں نہ لانا انتہائے عشقِ رسول ﷺ کی علامت ہے۔اس عشق نے ہم کو بزرگوں کا گستاخ کہلوایا۔اس عشق نے ہمیں بڑی گالیاں دلوائیں۔ہم عشقِ حدیث میں ''بدنام'' ہو گئے۔تاہم اس راہ میں گالیاں کھا کے بھی ہم بے مزہ نہ ہوئے بلکہ اللہ پاک سے امید رکھتے ہیں۔یہ گالیاں ہمارے نامہ اعمال میں نیکیاں بن کر درج ہوں گی۔

عشق رسالت کی راہ میں یہ گالیاں ہمارے لئے باعثِ صد افتخار اور گرانقدر پونجی ہیں۔

گم نام اھلحدیث : جو اصحاب خوش قسمتی سے اہل حدیث نظریات کے حامل واقع ہوئے ہیں میں انہیں مشورہ دوں گا کہ وہ جس ماحول میں بھی ہوں انہیں خود کو مخفی رکھ کر بزدلی کا ثبوت نہیں دینا چاہیے۔وہ مرعوبیت

اور احساس کمتری کا شکار نہ ہوں وہ بے دھڑک مگر نہایت شائستگی کے ساتھ اپنا اہلحدیث ہونا ظاہر کریں۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (نحل)

اپنے رب کی راہ کی طرف بلا حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اور ان سے مقابلہ کر نہایت اچھے طریقے سے۔ اہلحدیث کوئی معمولی عنوان نہیں۔ یہ ہماری داستانِ جہد مسلسل کا آئینہ دار ہے۔ اسے کھو دینا بڑی ہی طفلانہ حرکت ہے۔ اہلحدیث بڑا ہی پیارا نام ہے۔ یہ اس قابل ہے کہ اسے بار بار لیا اور پکارا جائے۔ لوگ غیروں کی طرف منسوب ہو کر نہ شرمائیں اور ہمیں حدیثِ رسولِ خدا کی طرف نسبت سے عار ہو؟

وکیف اخاف ما اشرکتم ولا تخافون انکم اشرکتم باللہ مالم ینزل بہ علیکم سلطاناً فای الفریقین احق بالا من ان کنتم تعلمون (انعام ۸۰)

یعنی میں تمہارے شریکوں سے ڈروں اور تم خدا کے ساتھ بے دلیل شرک کر کے نہ ڈرو۔ اگر سمجھ ہے تو بتاؤ دونوں فرقوں میں کون زیادہ امن کا حقدار ہے۔

اہلحدیث ہم اہل النبی وان لم یصحبو انفسہ انفساسہ صحبو ا

اہل حدیث ہی حقیقت میں اہل نبی ہیں اگر چہ انہوں نے آپ کی ذات کی صحبت نہیں پائی آپ کے کلمات طیبات کی تو صحبت پائی ہے۔

ان کی عزت کا ہمیشہ خدا حافظ ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے:

لاتزال طائفة من امتی لا یضرهم من خزلهم حتے تقوم الساعة (ابن ماجہ ص۲ مطبع فاروقی دہلی)

میری امت میں ایک گروہ ہمیشہ قائم رہے گا۔ کوئی رسوا کرنے والا انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ یہاں تک کہ قیامت برپا ہو جائے۔

قال احمد بن حنبل فی هذه الطائفة ان لم یکونو ا هم اهل الحدیث فلا ادری من هم اخرجه الحاکم فی علوم الحدیث قال القاضی عیاض و انما ارادا هل السنة والجماعت و من یعتقد مذهب اهل الحدیث (حاشیہ ابن ماجہ ص۳)

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں اگر یہ گروہ اہلحدیث نہیں تو پھر میں نہیں جانتا وہ کون ہیں۔ قاضی

عیاضؒ کہتے ہیں۔ گروہ سے مراد اہل سنت والجماعت اور مسلک اہلحدیث کا عقیدہ رکھنے والے ہیں۔

اتنی بھی شرم کیا : اہل تقلید حضرات کو ہمارا یہ نام پسند نہیں یا شائد زیادہ پسند ہے مگر از راہ حسد و رقابت اس نام سے یاد نہیں فرماتے یا پتہ نہیں شرما جاتے ہیں۔ ہندو، دیویوں کے متعلق سنا ہے وہ اپنے پتیوں کا نام نہیں لیا کرتیں لیکن یہاں تو ایسی کوئی بات نہیں۔

غیر مقلد : یہ ہمیں غیر مقلد کہتے ہیں۔ یہ لفظ ہے تو سچ مگر بیکار۔ مکمل سچ نہیں بلکہ سچ کا تقریباً ہزارواں حصہ۔ اگر ان کے کسی ممدوح کے بارے میں کہا جائے کہ وہ غیر گدھا یا غیر گھوڑا یا غیر جانور ہے یا مسلمان کی تعریف میں کہا جائے کہ وہ غیر ہندو یا غیر سکھ یا غیر مجوسی ہے یا ایک عقلمند کے متعلق کہا جائے کہ وہ غیر احمق یا غیر پاگل یا غیر قدوری شریف ہے تو ظاہر ہے کہ یہ لغو قسم کی سچائیاں ہوں گی۔ غیر مقلد کہہ کر خوش ہونا تو ایسے ہی ہے جیسے کسی آنکھوں والے کو غیر اندھا۔ ٹانگوں والے کو غیر لنگڑا صحیح سالم کو غیر معذور یا غیر اپاہج کی ''گالی'' دے کر خوش ہولیا جائے۔ صفت مثبت ہونا چاہیے۔ منفی میں عموماً جامعیت نہیں ہوتی۔

وھابی : اکثر اوقات ہمیں وہابی کے لقب سے بھی نواز دیا جاتا ہے۔ یہ اس سے بھی بڑھ کر ستم ظریفی ہے یعنی غیر مقلد بھی اور وہابی بھی۔ اگر ہم محمد بن عبدالوہابؒ کے مقلد ہیں تو پھر غیر مقلد کیسے ہو گئے اور اگر مقلد نہیں تو وہابیت کا طعنہ کیسا۔ میرے بھائی ہم نے صحابہؓ و تابعینؒ اور آئمہ مجتہدین کی تقلید نہ کی تو ایک عالم کی تقلید کیسے کرنے لگے۔ شیخ الاسلام محمد عبدالوہاب فرماتے ہیں

ان مذهبنا فی اصول الدين اهل السنة ولجماعة ونحن ايضاً فی الفروع علی مذهب الامام احمد بن حنبل ولا ننكر من قلد احدًا من الائمة الاربعة (اتحاف ۴۱۴) ہم اصول دین میں اہل سنت والجماعت ہیں اور فروع میں حنبلی ہیں اور ہم آئمہ اربعہ میں سے کسی کے مقلد کو برا نہیں کہتے

کرے کوئی اور بھرے کوئی۔ صفائی ہمیں پیش کرنا پڑتی ہے۔ حالانکہ بلحاظ تقلید شیخ موصوف کو ہماری بجائے ان سے مناسبت ہے۔ ان کا مذہب ہے۔

ان سائير الائمة الا ربعة ومقلد يهم رضی الله عنهم اجمعين علی هدیٰ من ربهم فی ظاهر الامر وباطنه (میزان الکبریٰ جلد ا ص ۷ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ)

ائمہ اربعہ اور ان کے تمام مقلدینؒ ظاہر و باطن میں اپنے رب کی ہدایت پر ہیں۔ کیا شیخ مذکور ان میں شامل ہیں۔

لطیفہ: مزید لطیفہ ملاحظہ ہو۔ ہماری نسبت محمد بن عبدالوہابؒ کی طرف کی جاتی ہے لیکن کہا وہابی جاتا ہے حالانکہ اصول کے مطابق محمدی کہنا چاہیئے تھا کیونکہ ان کا نام محمد تھا نہ کہ وہاب اور اگر وہابی کہنے پر اصرار ہے تو پھر وہاب کسی بندے کا نام نہیں خدا کا نام ہے۔ وہابی وہ ہوگا جو خدا والا ہوگا تو کیا پھر وہابی کی تحقیر خود وہاب یعنی خدا کی تحقیر نہیں؟ آدمی خوش ہو کس بات پر۔ تقلید کوئی ایسا فعل یا کارنامہ نہیں جو جامے میں پھولا نہ سمایا جائے یا جو فضل ایزدی سے اس سے "محروم" ہیں۔ ان کا تمسخر اڑایا جائے۔

ناجائز: تقلید کا حکم نہ خدا تعالیٰ نے دیا نہ رسول اللہ ﷺ نے دیا نہ صحابہؓ نے دیا نہ تابعینؒ نے دیا نہ آئمہ نے دیا نہ اُن کے تلامذہ نے دیا۔ یہ چوتھی صدی ہجری کی پیداوار ہے جو سراسر بدعت اور دیگر بے شمار بدعات کی طرح ناجائز ہے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔

ومن المعلوم ان الله سبحانه وتعالیٰ ما کلف احد ا ان یکون حنیفا او مالکیا او شافعیا او حنبلیا بل کلفهم ان یعملو ا بالکتاب و السنة (شرح عین العلم مطبوعہ عامرہ استنبول ص ۳۲۶)

معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو حنفی، مالکی، شافعی یا حنبلی بننے کا مکلف نہیں بنایا بلکہ صرف کتاب و سنت کے مطابق عمل کرنے کا مکلف بنایا ہے۔ شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں ارشاد فرماتے ہیں: اعلم ان الناس کا نو ا قبل المائة الرابعة غیر مجتمعین علی التقلید الخالص مذهب واحد۔
چوتھی صدی ہجری سے پہلے لوگ ایک مذہب کے مقلد نہیں ہوتے تھے۔

اقوال آئمہ: کوئی ہوشمند انسان ایسی گھٹیا اور گئی گزری بات نہیں کر سکتا۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں: اذا صح الحدیث فهو مذهبی (کلمات طیبات)۔ صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں: ما من احد الا وماخوذ من کلامه ومردود علیه الا رسول الله (عقد الجید) ہر ایک کی ایک بات مانی اور رد کی جا سکتی ہے۔ سوائے رسول اللہ ﷺ کے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: اذا رائیتم کلامی یخالف الحدیث فاعملو ا بالحدیث

واضربوا بکلامی الحایط (عقدالجید)

میرا قول حدیث کے مخالف پاؤ تو حدیث پر عمل کرو اور میرے قول کو دیوار پر دے مارو۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں: **لا تقلد نی ولا تقلدن مالکا ولا الاوزاعی ولا النخعی ولا غیرھم وخذا لاحکام من حیث اخذ وامن الکتاب والسنة** (عقدالجید)

میری تقلید نہ کرو نہ مالک کی تقلید کرو نہ اوزاعی کی نہ نخعی کی اور نہ کسی اور کی تم بھی ان کی طرح براہِ راست قرآن وحدیث سے احکام حاصل کرو۔

اگر تقلید بودے شیوہ خوب — پیغمبر ہم راہ اجداد رفتے

جانور: یہ لوگ تقلید کا مشورہ کیسے دے سکتے ہیں۔ یہ تو انسان کے شایانِ شان ہی نہیں ہے۔ تقلید قلادہ سے ہے جس کے معنی گلے کا پٹہ ہیں جو شخص کہتا ہے میں مقلد ہوں وہ دوسرے لفظوں میں گویا اعتراف کرتا ہے کہ میں جانور ہوں۔ اِس کے اصطلاحی معنی بھی باعثِ رشک نہیں۔ یعنی (جانوروں کی طرح) بلاسوچے سمجھے کسی ایک کی بات مان لینے کے ہیں۔ جیسا کہ مسلم الثبوت میں ہے:

التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجة ۔تقلید دلیل کے بغیر کسی کی بات مان لینے کا نام ہے۔

کون مقلد کس کی تقلید: اس تعریف کے مطابق دلیل لکھنے والے دلیل پڑھنے والے اور دلیل سننے والے سب تقلید سے خارج ہو گئے۔ باقی رہا کون۔ ذرا غور فرمایئے خالی دلیل سے تقلید رخصت ہو جاتی ہے۔ اختلاف کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہونا چاہیے لیکن فقہ کی کتابیں قیل وقال اور رطب ویابس دلائل ومسائل سے اٹی پڑی ہیں۔ حضرت امام صاحبؒ کی کسی تصنیف کا دنیا میں وجود ہی نہیں۔ ہمیں بتلایا جائے کوئی کس کس کا مقلد ہے کیا اِس موافق ومخالف سارے محکمے کا نام اما ابوحنیفہؒ ہے؟ خود صاحبینؒ کا اپنے استاد اعظمؒ سے دوتہائی اختلاف مشہور ہے۔ اگر اس قدر اختلاف کے باوجود بھی حنفی رہا جا سکتا ہے تو اب اپنے مسائل مخصوصہ میں اتنی ضد اور عصبیت کیوں پیدا کر دی گئی ہے۔ بلکہ ان کا تو مذہب ہے چاروں آئمہ کی تقلید برحق ہے۔

اختلاف کی خلیج اور وسیع ہو گئی۔ یہ بھی صحیح اور وہ بھی صحیح ۔کیا رسول اللہ ﷺ چار قسم کا اسلام لے کر آئے تھے اور امامت در امامت یعنی ضمنی اماموں (مجتہدین فی المذہب) کے حساب سے اسلام کی بیسیوں

قسمیں ہو گئیں۔ یہ کیا مخول بازی ہے۔ قرآن وحدیث کو اصل قرار دے کر بے شک اجتہاد میں اختلاف گوارا ہے لیکن تقلیدی اور عصبیتی اختلاف قابلِ مذمت ہے۔

یہ سب اہلحدیث تھے: امام ابو حنیفہؒ کا مذہب حدیث تھا۔ اس لئے ہم انہیں اہلحدیث کہنے میں حق بجانب ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ تمام آئمہ سنت اہل حدیث تھے۔ لہٰذا ہمیں بھی اہلحدیث ہی کہلانا چاہیے۔

آفاقیت : حنفی شافعی وغیرہ کہلانا مسلمان کو زیبا نہیں۔ یہ علاقائی اور جغرافیائی مذاہب ہیں۔ ان سے اسلام کی آفاقی روح متاثر بلکہ فنا ہوتی ہے۔

کافر ہے تو آفاق میں گم ہے　　　　مومن ہے تو گم اس میں ہیں آفاق

گھڑے کی مچھلی بن کر **وما ارسلنک الا کافة للناس** (ہم نے آپ کو سب لوگوں کے لیے بھیجا ہے) یا **قل یا ایھا الناس انی رسول الله الیکم جمیعا** (کہہ دیجئے اے لوگو میں تم سب کی طرف خدا کا رسول ہوں) یا **وما ارسلنک الا رحمة للعالمین** (ہم نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کے بھیجا ہے) جیسی آیتیں نہیں پڑھی جا سکتیں۔ ایسے مسلک اختیار کرنے کا کیا فائدہ جن سے کسی کو دلچسپی ہو اور کسی کو نہ ہو، وہ اسلام پیش کیجئے اور نام بھی ایسا رکھئے جو چار دانگِ عالم کے مسلمانوں کے لئے قابل قبول ہو اور سب کو اپیل کرتا ہو۔

بحمد اللہ اہلحدیث ایک ایسا نام ہے اور ہمیں اس نام پر فخر ہے۔ یہ جدید نام نہیں کتب حدیث گواہ ہیں کہ خدمت حدیث کرنے والوں کو ہمیشہ سے اہلحدیث کہا گیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بہتر نام کے ساتھ ساتھ بہترین عمل کی بھی توفیق دے۔ آمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ بہترین لوگ میرے زمانے کے لوگ ہیں پھر جو ان کے بعد ہوں گے اور پھر جو ان کے بعد ہونگے۔ الحدیث (صحیحین)۔

یہ ایک قدرتی امر ہے کیونکہ جوں جوں انسان روشنی سے دور ہوتا ہے تاریکی بڑھتی جاتی ہے۔ پہلے تو وقتاً فوقتاً انبیاء کرام تشریف لا کر تجدید عہد فرما دیا کرتے تھے خاتم النبیین ﷺ کے بعد یہ ذمہ داری مکمل طور پر صلحاء امت پر ڈال دی گئی۔ آل عمران آیت نمبر ۱۱۰ میں ہے تم بہترین امت پیدا کئے گئے ہو۔ لوگوں کے لئے تمہارا کام نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا ہے۔ معلوم ہوا اس امت کی خیریت اور افضلیت اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ ان میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا سلسلہ جاری رہے۔ ایک دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی پر اس امت کی فلاح وکامیابی کا انحصار ہے۔ (آل عمران آیت نمبر ۱۰۵)

یہ ضروری نہیں کہ نیکی کا حکم دینے والا کوئی علامۃ الدھر ہی ہو۔ اپنی ہمت واستطاعت کے مطابق ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے حلقہ میں برائی نہ ہونے دے، ارشاد نبوی ﷺ ہے خبردار تم سب راعی ہو اور تم سب سے اپنی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ (بخاری مسلم) فرمایا تم میں جو کوئی خلاف شرع کام دیکھے تو چاہیے کہ اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے اگر اتنی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان کے ساتھ اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل کے ساتھ۔ یہ اضعف الایمان یعنی کمزور ترین ایمان ہے۔ (مسلم)

اضعف الایمان ہونا بزدلوں کی علامت ہے مردوں کی پالیسی نہیں ہے۔ اس لفظ سے کم از کم

نوجوانان اسلام کو اپنی بے حوصلگی کے جواز پر استدلال کر لینا چاہیے۔

دنیا میں ہم بہتر سے بہتر شے کے طالب ہوتے ہیں بہشت بھی ہمیں اعلیٰ درجہ کی مطلوب ہے تو کیا ایمان ہی ادنیٰ درجہ کا چاہیے۔ تجربہ میں یہ بات آئی ہے صرف دل کی کراہت پر اکتفا کرنے والے آخرکار برائی سے سمجھوتہ کر لیتے ہیں اور بتدریج اضعف الایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ ایسے صلح پسند لوگ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں مجرم ہیں مشہور حدیث ہے اللہ تعالیٰ نے جبریلؑ کو ایک بستی الٹنے کا حکم دیا۔ انہوں نے عرض کیا یا باری تعالیٰ وہاں تیرا ایک نیک بندہ رہتا ہے جس نے کبھی تیری ایک لحظہ کے لئے بھی نافرمانی نہیں کی۔ فرمایا بستی کو اس سمیت الٹ دو کیونکہ میری وجہ سے کبھی اس چہرے کا رنگ نہیں بدلا۔ (بیہقی)

اس یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کا برائی کرنا اس کا پرائیویٹ اور نجی معاملہ نہیں از روئے شرع اس میں مداخلت کی جا سکتی ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے جو لوگ برائی کو دیکھ کر اس کا نوٹس نہیں لیتے وہ بھی اللہ کی گرفت میں آجاتے ہیں (ترمذی)

آپ ﷺ نے اس کی مثال یوں دی۔ فرمایا جیسے نچلی منزل والے کشتی میں سوراخ کرنا چاہیں اگر اوپر والے منع نہیں کریں گے تو سب غرق ہو جائیں گے۔ (بخاری)

آپ ﷺ نے فرمایا کہ خدا کی قسم یا تو تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو ورنہ خدا تم پر ایسا عذاب لائے گا کہ دعائیں بھی مانگو گے تو قبول نہیں کی جائیں گی۔ (ترمذی)

ایسے ہی لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا ڈرو اس عذاب سے جو تم میں سے صرف ظالموں کو ہی نہیں پہنچے گا۔ (انفال آیت ۲۵)

ہمارے زمانے میں برائی کو جو عروج ملا ہے اور اس میں جو شدت پیدا ہوئی ہے۔ تو یہ نتیجہ ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی میں سستی کرنے کا اہل صلاح وتقویٰ اپنی ذمہ داری کو صحیح طور پر محسوس نہیں فرما رہے۔ میدان صاف دیکھ کر برائی نے ننگا ناچنا شروع کر دیا ہے مثال بری نہ لگے تو عرض کروں کتوں کو کھلا چھوڑ دیا گیا ہے اور روٹے باندھ دیئے گئے ہیں۔ باوجود اس بات کے کہ ملک میں اچھے شہریوں کی تعداد زیادہ ہے اور معاشرے کو خراب کرنے والے آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔ تاہم اکثریت

اقلیت سے خوفزدہ اور مرعوب ہے اس کا فائدہ اٹھا کر تخریب کار دندناتے پھرتے ہیں۔ بالکل ایسے ہی جیسے انسانوں کے ڈرنے کی وجہ سے جنات کا دماغ بگڑ گیا تھا۔ (الجن آیت نمبر ۶)

حالانکہ سوچا جائے تو نیکی زیادہ طاقت ور ہوتی ہے قرآن مجید نے اولاً ایک مسلمان کو دس کافروں پر بھاری قرار دیا پھر رعایت دے کر ایک کو دو کے مقابل اور غالب ٹھہرایا۔ (انفال نمبر ۶۵۔۶۶) الحمد للہ اس ملک میں اسلام کا غلبہ چاہنے والوں کی تعداد نہ چاہنے والوں کی بہ نسبت کئی گنا زیادہ ہے پھر ڈرنا اور سہمنا کیا معنی رکھتا ہے دور آ گیا ہے۔ بدمعاش بدمعاشی کرتے ہوئے نہیں ڈرتے مگر نیک نیکی کرتے ہوئے ڈرتے ہیں

امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو زیر عتاب دیکھ کر کتنی عمدہ اور تاریخی بات کہی ابوالہیثم نامی ایک ڈاکو نے کہ اے امام دیکھو میں نے شیطان کے راستہ میں دُرّے کھا کر شکست نہیں مانی ایسا نہ ہو کہ تم خدا کے راستہ میں کوڑے کھا کر بازی ہار جاؤ۔

یہ جو نیکی دب گئی ہے اور اس میں جو مغلوب کے آثار آ رہے ہیں اس کی بنیادی وجہ ہمارے ایمان کی کمزوری تو ہے ہی وگرنہ یہ حالات نہ ہوتے قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے تم ہی برتر ہو اگر تم مومن ہو۔

(آل عمران آیت نمبر ۱۳۹)

علاوہ اس کے کہ ایک بہت بڑا سبب ہماری بے اتفاقی بھی ہے جو نہایت ہی افسوسناک ہے نیکی چاہنے والی طاقتوں کو متحد ہو کر برائی کے خلاف سینہ سپر ہو جانا چاہئے۔ اس ملک میں اسلامی حکومت تو جب قائم ہوگی سو ہوگی (کیونکہ لگتا ہے ہمارے حاکموں نے نہایت ٹھنڈا دودھ پی رکھا ہے اور وہ فی الحال مولوی صاحبان کی طرح وعظ ونصیحت پر ہی گزارا فرما رہے ہیں میں سمجھتا ہوں اگر ہر شہر کے بلند ہمت اور متدین جوان اور علماء کرام اکٹھے ہو کر محاذ بنا لیں اور مصمم ارادہ کر لیں کہ ان کے شہر میں فلاں شیطانی کام نہیں ہونے دیا جائے گا تو اس کے ہو سکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ ستم ظریفی نہیں تو کیا ہے بھنگیوں چرسیوں، شرابیوں، زانیوں، جواریوں، ڈاکوؤں، جیب کتروں اور ہر قسم کے لچوں لفنگوں کا باہم اتحاد ہو جائے مگر نیک لوگوں قارورہ آپس میں نہ رلے یعنی اہل باطل متحد ہو جائیں اور اہل حق باہم دست وگریباں رہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کفر کرنیوالے آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اگر تم بھی ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ اور فساد عظیم بپا

ہوگا (انفال آیت نمبر ۷۳)۔

ہم لوگ ذاتی کاموں کے لیے یونینیں بنا لیتے ہیں معمولی سی حق تلفی پر احتجاج مظاہرے ہڑتالیں جلسے جلوس اور ہنگامے شروع ہو جاتے ہیں ملک میں ایک کونے سے لے کر دوسرے کونے تک شور مچ جاتا ہے۔ اللہ کے دین کی دھجیاں بکھیری جارہی ہیں کھلے عام اس کی خلاف ورزیاں ہورہی ہوں اور ہم ٹس سے مس نہ ہوں۔ جیسے یہ ہمارا معاملہ ہی نہ ہو یہ دین سے لاتعلقی اور مذہب سے بے نیازی کی انتہا ہے۔ ہر شے کا وارث موجود ہے اور کوئی شے لاوارث اور کسمپرسی کے عالم میں ہے تو وہ ہمارا دین ہے۔ اس دین کی کوئی خدمت کرتا بھی ہے تو ایسے جیسے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا جاتا ہے یا اپنی دکانداری چلانے کے لئے یا پھر عوام کو بے وقوف بنانے کے لئے الا ماشاء اللہ ہم نے اس نیکی کو جو ہم پر حکمران ہونی چاہیے تھی بے چارہ بنا کے رکھ دیا ہے۔ اور کہیں گے پیغمبر ﷺ اے میرے رب میری قوم نے قرآن چھوڑ دیا تھا۔ (الفرقان آیت نمبر ۳۰) ہمیں اپنی عزتیں عزیز ہوتی ہیں ان کو غیرت کا مسئلہ بنالیا جاتا ہے مگر دین کی غیرت وحمیّت ہماری نگاہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتی اس کا ثبوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی صریحی نافرمانیاں کی جارہی ہیں مگر ہمارے ماتھے پر کبھی شکن تک نمودار نہیں ہوئی۔ یا تو ہماری غیرت ختم ہوگئی ہے اور اگر ختم نہیں ہوگئی تو پھر سوگئی ہے میں اس مضمون کے ذریعے قوم کی سوئی ہوئی غیرت کو بیدار کرنا چاہتا ہوں معلوم ہونا چاہیے آنحضرت ﷺ نے کبھی اپنی ذات کیلئے انتقام نہیں لیا تھا البتہ اللہ کے دین کی بے حرمتی ہو تو انتقام لیتے تھے (بخاری مسلم)

وفات نبوی ﷺ کے بعد جب کچھ لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا وحی منقطع ہوگئی دین کامل ہو چکا کیا یہ میری زندگی میں کم ہو جائے گا۔ (مشکوۃ)

امت میں سب سے بڑے بزرگ ابو بکرؓ ہیں اگر ہمارا بزرگوں پر واقعی ایمان ہے تو صدیق اکبرؓ کے نقش قدم پر چل کر ہر مسلمان کو اتنے مضبوط کردار کا مالک ہونا چاہیے کہ اس کے ہوتے ہوئے کسی ناہنجار کو دین میں کمی بیشی کرنے کی یا کسی بھی شیطانی حرکت کرنے کی جسارت نہ ہو۔ ملک میں کروڑوں کی تعداد میں اسلام کے شیدائی رہتے ہوں مگر وہاں برائی نے نیکی کی جگہ لے لی ہو اور نیکی کو برائی کی جگہ پر رکھ کیا دیا گیا ہو۔ بدعات وخرافات اور مشرکانہ رسم رواج کو مذہب بنالیا ہو فحاشی کو تفریح قرار دے دیا گیا ہو۔ منکر کو قانون کا

درجہ یا قانون کا تحفظ حاصل ہو اور نہی عن المنکر کو خلاف قانون خیال کیا جاتا ہو اور ہمارے اندر اتنی قباحتیں اور بے حیائیاں پائی جاتی ہوں جن میں سے ایک عدد برائی بھی کسی قوم کی تباہی کے لیے کافی ہو تو پھر اس جینے کا کوئی حال نہیں۔ کیا فائدہ ہماری ان تبلیغوں کا، ان لوٹوں کا، ان تسبیحوں کا اور ان اشتہاری دعاؤں کا اگر یہ لوگ وقت کی رفتار کو نہ پہچانیں اگر یہ برائی کے چیلنج کو قبول نہ کریں اگر یہ ابلیس کی آنکھوں میں آنکھیں نہ ڈالیں اور اگر یہ فریضہ نہی عن المنکر پر عمل پیرا ہوتے ہوئے برائی کرنے والے ہاتھ کو روک نہ سکیں۔ آج دور راہبوں کی طرح اپنی درویشی کا اعلان کرنے اور تقویٰ کی نمائش کا نہیں ہے بلکہ ضرورت ہے تو دُرّہ عمرؓ کی، ضرورت ہے تو عصائے موسیٰؑ کی اور ضرورت ہے تو حج کے بعد سب سے بڑے اجتماع کو مکی دور سے مدنی دور کی طرف لوٹنے کی جو مسلمان کفر کے دل میں خار کی طرح نہیں کھٹکتا۔ جس مسلمان سے شرک کے کاروبار کو کوئی خطرہ نہیں ہے جس مسلمان سے فرعون کے محلات لرزہ براندام نہیں ہیں جس مسلمان کی ضرب سے کافرانہ نظام پیوند خاک نہیں ہے اور جس مسلمان کے وجود سے ابلیس ملعون خود کو محفوظ سمجھتا ہے اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے ایسے لوگ گنتی میں مٹھی بھر ہوں یا جم غفیر کیا فرق پڑتا ہے۔ معاشرہ کے رگ وپے میں اعتقادی اور اخلاقی خباثتوں کا کینسر جس سرعت سے سرایت کر رہا ہے وہ کسی زبردست آپریشن کا تقاضا کرتا ہے۔ لحاظ کا وقت گزر گیا... ہمیں برائیوں کے خلاف اعلان جہاد کرنا چاہیے مسلمانوں کے خلاف نہیں بُرے انسانوں کے خلاف نہیں۔ برائیوں کے خلاف۔ ٹھیک جس طرح ایک ڈاکٹر کو مریض سے نہیں مرض سے دشمنی ہوتی ہے۔ اگر ہم نے سنجیدگی سے اس مسئلہ پر غور کیا تو فواحش ومنکرات کا سیل رواں جس مقام پر پہنچ چکا ہے نہ جانے اس کا انجام کیا ہوگا

حضرات اس قوم کی اصلاح کے لئے پیغمبر ﷺ نہیں آئیں گے صحابہ کرامؓ تابعین عظام نہیں آئیں گے اب یہ بیڑا ان کے خادموں اور غلاموں کو ہی اٹھانا ہوگا اور یہ کام اس خلوص سے ہونا چاہیے کہ مقصد اپنی لیڈری کو چمکانا اور ایک نئے فتنے کو جگا دینا نہ ہو بلکہ فی الواقع قوم کی اصلاح مدنظر ہو۔

وما علینا الا البلاغ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نو جوانوں کی خدمت میں

جوانی کا زمانہ زندگی کا بہترین حصہ ہوتا ہے۔اسے سنہری دور کہا جاتا ہے۔اس میں کچھ کر گزرنے کی صلاحیتیں پورے عروج پر ہوتی ہیں ذہنی طور پر بھی اور جسمانی طور پر بھی بچپن اور بڑھاپا جوانی کے مقابلے میں کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ بچپن میں انسان بڑوں کا محتاج ہوتا ہے اور بڑھاپے میں چھوٹوں کا۔ جوان آدمی خدا کے بعد اپنے قوت بازو پر انحصار رکھتا ہے۔اسی لئے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنی جوانی کو غنیمت جانو اپنے بڑھاپے سے پہلے (ترمذی)

جوانی اگر مومنانہ جذبات سے لبریز ہو تو کیا ہی کہنے۔ جوانی کا صحیح استعمال کوئی کوئی جانتا ہے۔ خواہشات کی رو میں بہہ جانا جوانی کا درست اظہار نہیں۔طوفانوں سے ٹکرانا بہادری ہے۔ایک باہمت نوجوان نے بت خانے میں داخل ہو کر تہلکہ مچا دیا۔ پوچھا وہ کون ہے؟ جواب ملا

سَمِعْنَا فَتًى يَذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ اِبْرَاهِيْمُ (سورة انبياء) ہم نے ابراہیم نامی ایک نوجوان کو ان کا ذکر کرتے سنا تھا۔ ابراہیم علیہ السلام اس مصلحت کو خاطر میں نہ لائے کہ شرک کے اڈے کو ختم کرنے کے لئے اسلامی حکومت کے قیام کا انتظار کر لیا جائے۔

اصحاب کہف بھی نوجوانوں ہی کا ایک گروہ تھا۔جن کی شان میں قرآن یوں مدح سرا ہے۔

اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى (سورة كهف)

وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کی ہدایت میں اضافہ کیا اور ہم نے ان کے دل

مضبوط کر دیئے جب انہوں نے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ ہمارا رب وہ ہے جو آسمان اور زمین کا رب ہے۔ ہم اس کے سوا کسی کو معبود نہیں پکاریں گے ورنہ ہم بڑی غلط بات کریں گے۔

جب ایک مجلس میں قریش مکہ نے حضور ﷺ پر ایمان لانے سے انکار کر دیا تو حضرت علیؓ کی بے قرار جوانی ہی تھی جس نے انہیں بار بار کھڑے ہو کر یہ کہنے پر مجبور کر دیا کہ میں آپ ﷺ کا ساتھ دوں گا۔

ابو جہل کو جہنم رسید کرنے والے معوذؓ اور معاذؓ نامی دو بھائیوں کی جوڑی بھی نہایت کمسن تھی۔

فاتح سندھ محمد بن قاسمؒ صرف سترہ برس کا ایک جوان لڑکا تھا۔

طارق بن زیادؒ نے اٹھارہ برس کی عمر میں ملک اُندلس فتح کر لیا تھا۔

ہمارے نوجوانوں کی رگوں میں بھی اپنے انہی اسلاف کا خون دوڑ رہا ہے اور ان کے سینوں میں بھی ایمان وہی شمع فروزاں ہے اگر ان کی صحیح راہنمائی خاطر خواہ سرپرستی اور مناسب آبیاری کی جائے تو یہ بہت مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی!

المیہ یہ ہے کہ ہماری نئی پود جوان ہوتے ہی منشیات، وی سی آر، بلیو پرنٹس، کھیل کود اور آوارگی کے چکر میں پڑ کر پٹڑی سے اُتر جاتی ہے۔

اسلامی تعلیم و آداب نہ سیکھنے کی وجہ سے یہ بچے نہ والدین کے کنٹرول میں رہتے ہیں نہ استادوں کے کہنے میں۔ میں سمجھتا ہوں یہ ایک قیمتی نسل کا افسوسناک ضیاع ہے۔

مرزائی اور شیعہ ہماری اس مجرمانہ بے حسّی اور غفلت کا پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ لوگ پڑھ کر اونچے عہدوں پر قابض ہو جاتے ہیں اور پھر خویش پروری اور اقربا نوازی کا ثبوت دیتے ہوئے نیچے والوں کو بھی کسی طرح اوپر کھینچ لیتے ہیں یہ پراسرار لوگ ہر محکمے میں چھائے ہوئے ہیں۔ انہی کا نام افسر ہے۔ یہ اور کسی کو چلنے نہیں دیتے۔ حکومت بھی انہی کے رحم و کرم پر ہے۔ یہی لوگ اسلامی نظام کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔

کسی محکمے کی ناانصافی لوٹ کھسوٹ اور غیر شرعی حرکت کا نوٹس لیا جائے تو ان کے کانوں پر جوں

تک نہیں رینگتی ۔ وہ مزے سے بیٹھے رہتے ہیں کیونکہ انہیں ڈر کسی کا نہیں ہوتا۔ انہوں نے اجارہ داری قائم کی ہوئی ہے۔

ہمارے نوجوانوں کو اگر اپنی غیرت اور اہمیت کا احساس ہوتا تو ان موذیوں کو ہرگز یہ کھیل کھیلنے کی جرأت نہ ہوسکتی تھی ۔ ہم صرف شور مچا سکتے ہیں، جلسے کر سکتے ہیں، گالیاں دے سکتے ہیں، نعرے لگا سکتے ہیں اور صدائے احتجاج بلند کر سکتے ہیں اور وہ اندر ہی اندر سازشی طریقے سے اپنا کام کر جاتے ہیں۔

ہمارے نوجوانوں کو سستی کی چادر پھینک کر میدان عمل میں آنا چاہیے اور مثبت رویہ اختیار کرنا چاہیے، انہیں چاہیے کہ محنت کریں اعلیٰ تعلیم حاصل کریں ۔ کلیدی اسامیوں پر پہنچیں اور ملک میں ایک حسین انقلاب لائیں ۔ نعرے بازی سے کچھ حاصل نہیں تحریکیں چلانے کا کیا فائدہ؟ اگر ایسے میں خرآمد گاؤ رفت ہو بھی جائے تو کیا ہے؟

اگر ہمیں تحریک ہی سے دلچسپی ہے تو صرف اسی صورت میں کامیاب ہوسکتی ہے جب وہ واقعی ایک تحریک ہو۔ یعنی ہمارے نوجوان اگر سچ مچ توحید وسنت کے شیدائی ہیں اور ملک میں صالح انقلاب لانے کا عزم رکھتے ہیں تو سب سے پہلے انہیں خود عمل کرنا چاہیے ۔ میری مراد یہ ہے کہ وہ اسلام پسند بننے پر اکتفا نہ کریں صحیح معنوں میں مسلمان بنیں انہیں چاہیے کہ اسلام کے ارکان وشعائر پر سختی سے کار بند ہوں ۔ کام کوئی نہ کرنا اور نعرے جذبات کا مظاہرہ کرتے رہنا اور پھر اسلامی انقلاب کی توقع رکھنا ۔ ایں خیال است و محال است وجنوں۔ پھیپھڑوں کی طاقت سے دھوم تو مچائی جاسکتی ہے۔ مگر لوگ متاثر قول سے نہیں عمل سے ہوتے ہیں جن واعظوں اور لیڈروں کے قول وعمل میں مطابقت نہیں ہوتی خداوند کریم ان سے سخت ناراض ہے۔ (الصف)

قارئین کرام : ہم لوگ بزرگوں کو ماننے والے ہیں اور ان کا ادب کرنے والے ہیں ۔ ہماری جماعت سلفیوں کی جماعت ہے ان نوجوانوں سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہیں ہونی چاہیے جس سے یہ مترشح ہو کہ ان کا اپنے اسلاف سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں بالخصوص مسلک اہلحدیث کے حاملین کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اس ملک میں کتاب وسنت کے سچے وفادار فقط آپ ہی ہیں ۔ اگر ہماری کسی کمزوری کے باعث یہ سرزمین کتاب و سنت سے آشنا نہ ہوسکی تو قدرت ہمیں معاف نہیں کرے گی ۔ یہ ذمہ داری ہماری ہے اور یہ فرض ہم پر عائد ہوتا

ہے کہ اسلام کے نام پر حاصل کئے گئے اس ملک میں توحید وسنت کا جھنڈا گاڑیں۔

حضرات: جوں جوں علم کی اشاعت عام ہو رہی ہے لوگوں کی آنکھیں کھل رہی ہیں اور انہیں پتہ چل رہا ہے کہ اصل شریعت کتاب وسنت ہی ہے۔ اس کے مقابلے میں باقی سب از قبیل دخل در معقولات ہے اور اب تک دنیا کو دھوکہ ہی دیا جاتا رہا ہے۔

میرے بھائیو!: انشاء اللہ العزیز لوہا گرم ہو رہا ہے۔ کون ہے جو بڑھ کر چوٹ لگائے؟ انشاء اللہ العزیز یہ شرف ہمارے اہلحدیث نوجوانوں کو حاصل ہوگا۔ کیونکہ یہی اس کے اہل ہو سکتے ہیں۔

ناگوار خاطر نہ ہو تو اپنے نوجوانوں کی خدمت میں ایک اور گزارش کرنا چاہتا ہوں جو جوش سے زیادہ ہوش سے تعلق رکھتی ہے۔

برائے مہربانی ٹکڑوں میں بٹ کر اپنی طاقت کو تباہ نہ ہونے دیں۔ آپ ایک منزل کے راہی ہیں۔ اللہ کیلئے اکٹھے ہو جائیں۔ حالات آپ سے اتحاد کا تقاضا کرتے ہیں قصور کس کا ہے؟ اگر اس کھوج میں لگ گئے تو قیامت تک اتحاد ممکن نہیں ہوگا۔ ہمارے نوجوانوں کو اس سلسلے میں خودداری، خلوص اور ایثار کا ثبوت دینا چاہیے۔

اہلحدیث یوتھ فورس انہی مقاصد کے حصول کے لئے وجود میں لائی گئی ہے۔ ہم نوجوانوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس میں شامل ہو کر کلمۂ حق کی سربلندی کے لئے کام کریں۔

ناچیز کا یہ مشورہ اگر طبیعت پر بوجھل ہو تو کم از کم لڑلڑ کر اوروں کو تماشہ تو نہ دکھلائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کچھ مسائل نماز

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ (جنہیں لوگ گیارھویں والا پیر کہتے ہیں) کی کتاب "غنیۃ الطالبین کے حوالہ سے!

ہمارے بریلوی بھائیوں کے درمیان حضرت عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی شخصیت نہایت متنازعہ فیہ بنی ہوئی ہے۔ وہ انہیں غوث سمجھتے ہیں ان سے مدد مانگتے ہیں اسم اعظم جان کران کے نام کا وظیفہ پڑھتے ہیں اوران کے نام کی گیارہویں دیتے ہیں۔

ہم چونکہ ایسا نہیں کرتے۔ بقول ان کے یہ دلیل اس بات کی ہے کہ انہیں شاہ صاحب سے محبت ہے اور ہمیں نہیں ہے۔ یہ مضمون اپنے اندر بڑی وسعت رکھتا ہے اور کئی طرح سے اس الزام کے شافی جوابات دیئے جاسکتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ بزرگوں سے محبت کا اصل اظہار عمل اور سنت کے مطابق ان کے نقش قدم پر چلنے سے ہوتا ہے پھپھاکٹیوں سے نہیں۔

سب سے بہترین عمل نماز ہے۔ سرِ دست ان صفحات میں آپ کو یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ حضرت شاہ صاحبؒ نماز کس طریقہ سے ادا فرماتے تھے۔ بطور نمونہ مشتے ازخروارے اسی بات پر فیصلہ ہوجائے گا کہ شاہ صاحبؒ کے صحیح چاہنے والے کون ہیں اور مذاق کرنے والے کون ہیں۔ یہ بھی عرض کردوں کہ یہ چند سطور میں گیارہویں خوار مولویوں کے لئے نہیں لکھ رہا کیونکہ

وَاِنَّ مِنْھُمْ لَفَرِیْقًا یَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَھُمْ بِالْکِتَابِ (الایتہ ۷۸ ال عمران)

اوران میں سے کچھ ایسے لوگ ہیں جو کتاب اللہ کے ساتھ اپنی زبان کو مروڑتے ہیں تا کہ تم اسے

کتاب سے جانو حالانکہ وہ کتاب سے نہیں ہے اور کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے اور وہ جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہیں ۔نہ ان مولویوں کے اندھے عقیدت مندوں کے لئے لکھ رہا ہوں کیونکہ وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ (آیت نمبر ۱۷۹ الاعراف) ہم نے بہت سے جنوں اور انسانوں کو جہنم کے لئے پیدا کیا ہے۔ان کے دل ہیں مگر ان سے سمجھتے نہیں ان کی آنکھیں ہیں لیکن ان سے دیکھتے نہیں۔ان کے کان ہیں پر ان سے سنتے نہیں یہ ڈنگروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے یہ بے خبر ہیں۔ان حروف کو ان لوگوں کے لئے احاطہ تحریر میں لایا جا رہا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے سمجھ عطا کی ہے اور جو فہم و فراست اور بصیرت سے نوازے گئے ہیں اور جن پر یہ حقیقت منکشف ہے کہ انہوں نے اس دنیا سے فوت ہو کر اپنی اپنی قبر میں پڑنا ہے اور کوئی پھنے خاں وہاں انہیں چھڑانے کے لئے نہیں آئے گا۔

وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ (آیت نمبر ۹۴ الانعام) تم ہمارے پاس اکیلے اکیلے آؤ گے جیسے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا تھا وہ تم سب اپنے پیچھے چھوڑ آؤ گے اور ہم تمہارے ساتھ وہ سفارشی بھی نہیں دیکھیں گے جنہیں تم اپنے بارے میں شریک سمجھتے تھے تمہارے سب رشتے ٹوٹ گئے اور کھو گئے تم جنہیں کچھ خیال کرتے تھے۔

تو ملاحظہ فرمائیے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تیمم کے بارے میں فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ مٹی پر ہاتھ مار کر چہرے اور ہتھیلیوں تک مسح کرے''

اذان کے بارے میں فرماتے ہیں ''مؤذن یوں کہے اللہ اکبر اللہ اکبر'' یعنی پہلے صلوۃ والسلام کا ذکر نہیں ہے اقامت بھی اکہری بیان فرمائی ہے۔اوقات نماز کے بارے میں فرماتے ہیں ظہر کا اول وقت جب سورج ڈھل جائے اور آخر وقت جب سایہ ایک مثل ہو جائے افضل یہ ہے کہ ظہر کو جلدی ادا کیا جائے سوائے شدید گرمی کے۔فرماتے ہیں جب سایہ ایک مثل ہو جائے تو ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور عصر کا اول وقت شروع ہو جاتا ہے۔تمام نمازوں کو اول وقت میں پڑھنا ہی افضل ہے۔''تکبیر تحریمہ'' کے بارے میں فرماتے ہیں ''نماز میں اللہ اکبر'' کہہ کر داخل ہو۔اس کے علاوہ کوئی تعظیم کے الفاظ کفایت نہیں کریں گے۔مگر صاحب

ہدایہ لکھتے ہیں ''اگر بجائے اللہ اکبر'' کے ''اللہ اکبر '' ''اللہ اجل '' ''اللہ اعظم '' ''الرحمن اکبر '' ''لاالہ الااللہ '' وغیرہ اسمائے الٰہی میں سے کہہ لے تو امام ابوحنیفہ اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے (صفحہ ۶۹)

حضرت شاہ صاحبؒ نے سورہ فاتحہ پڑھنے کو اور آخری قعدہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنے کو اور سلام پھیرنے کو فرائض میں شمار کیا ہے۔ حنفیہ کے نزدیک سورۃ فاتحہ امام کے لئے بھی فرض نہیں کیونکہ قرآن مجید میں ہے: فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآن (ہدایہ صفحہ ۹۷) پس پڑھو جو آسان ہو قرآن سے۔

نیز ہدایہ میں لکھا ہے: وان تعمد الحدیث فی ھذہ الحالہ او تکلم او عمل عملا ینافی الصلوۃ تمت صلوتہ (صفحہ ۹۰)

''اگر تشہد تک پڑھ کر قصداً ہوا خارج کردے یا کلام کرے یا کوئی ایسا عمل کرے جو نماز کے منافی ہو تو نماز پوری ہو گئی''

طاق رکعت سے اٹھتے وقت آرام کے لئے ذرا سا بیٹھنے کو جلسہ استراحت کہتے ہیں حضرت شاہ صاحبؒ نے اسے سنت قرار دیا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے مگر حنفیہ کے نزدیک یہ جائز نہیں۔ (ہدایہ صفحہ ۷۶)

مندرجہ ذیل اعمال کو شاہ صاحب نے ہیأت نماز یعنی مستحبات میں سے فرمایا ہے: ''افتتاح کے علاوہ رکوع کو جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنا۔ ہاتھوں کو ناف کے اوپر باندھنا، جہری قرات میں بلند آواز سے آمین کہنا۔ آخری تشہد میں بصورت تورّک بیٹھنا اور دائیں مٹھی بند کر کے انگوٹھے اور انگشت شہادت سے حلقہ بنا کے رکھنا۔

مگر حنفیہ کے نزدیک ان میں سے کوئی عمل بھی جائز نہیں۔ پنج وقتہ نمازوں کی سنتوں کے بارے میں شاہ جی لکھتے ہیں کہ یہ تیرہ ہیں۔ دو فجر سے پہلے، دو ظہر سے پہلے، دو ظہر کے بعد، دو مغرب کے بعد، دو عشاء کے بعد اور تین وتر فرماتے ہیں: وتر چاہے مغرب کی طرح اکٹھے پڑھ لے یا دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے اور ایک رکعت الگ پڑھ لے اور یہ افضل صورت ہے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے علاوہ سورۃ اعلیٰ دوسری میں کافرون اور تیسری میں اخلاص پڑھے۔

حنفیوں کے لئے یہ سب کچھ اجنبی ہے انہیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں مثلاً ہدایہ میں لکھا ہے.

الوتر واجب عند ابی حنفیه (صفحه ۱۰۴)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک وتر (سنت نہیں) واجب ہیں نیز لکھا ہے: **الوتر ثلاث رکعات لا یفصل بینھن** (صفحہ ۱۰۴)۔ وتر میں رکعت ہیں انہیں الگ الگ پڑھنا جائز نہیں۔ اور لکھا ہے: **ویکرہ ان یوقت بشیء من القران لشیء من الصلوت (صفحه ۸۲)** ''کسی بھی نماز کے لئے خاص مقام سے تلاوت کرنا مکروہ ہے'' قنوت کے بارے میں فرماتے ہیں ''آخری رکعت میں رکوع سے اٹھ کر دعائے قنوت پڑھے پھر اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر لے'' نماز عید کے بارے میں فرماتے ہیں ''یہ کھلے میدان میں پڑھنی چاہیے بلا عذر مسجد میں پڑھنا مکروہ ہے عورتیں بھی شامل ہوسکتی ہیں۔ عید کی نماز کی دو رکعتیں ہیں پہلی رکعت میں قرات سے پہلے سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں قرات سے پہلے پانچ تکبیریں کہیے''۔

نماز جنازہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ چار تکبیریں ہیں پہلی تکبیر کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھے اس لئے کہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ہمیں نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے نماز جنازہ میں فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا تھا۔

دوستان عزیز! یہ مسائل چونکہ صحیح احادیث کے مطابق ہیں اس لئے اہلحدیث کے موافق ہیں مگر احناف کے موافق نہیں۔ احناف میں بریلوی بھی شامل ہیں بلکہ یہ ان کے سواد اعظم ہیں۔ یہ لوگ حضرت شاہ صاحبؒ کے فضائل تو بیان کرتے ہیں ان کے عرس بھی زور وشور سے مناتے ہیں مگر ان کی نماز بیان نہیں کرتے۔ یہ بددیانتی ہے۔ میں پوچھتا ہوں کیا گیارہویں کے چاول اور عرس کی پھلیاں نماز کی سنن ومستحبات سے زیادہ شیریں اور مٹھاس دار ہیں۔ یہ تو وہی بات ہوئی میٹھا میٹھا ہپ کڑوا کڑوا تھو۔

غالباً یہ جانتے ہیں کہ اگر عوام کو بتلا دیا گیا کہ شاہ بغدادؒ اہلحدیثوں جیسی نماز پڑھتے تھے تو دو حادثوں میں سے ایک حادثہ ضرور ہوجائے گا۔ یا تو وہ مسلک اہلحدیث اختیار کرلیں گے یا پھر وہ گیارہویں دینا بند کردیں گے۔ کیونکہ اہلحدیثوں کو تو یہ لوگ سرے سے مسلمان ہی نہیں سمجھتے کجا کسی اہلحدیث بزرگ کے نام کی گیارہویں دیتے پھریں۔

قارئین کرام: آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت شاہ صاحب نے غنیۃ الطالبین میں صاف لکھا ہے کہ

اہلسنت ہوتے ہی وہ ہیں جو اصحاب الحدیث یعنی اہلحدیث ہوں۔

اور دیجئے گیارھویاں : آپ محبت کی بات کرتے ہیں میں کہتا ہوں اگر یہ گیارہویں کا ثبوت فراہم کردیں تو ہم حلوے کھلا کھلا کران کے مولویوں کو گپّا بنادیں اور پھر ہم ان کے پینے کی خاطر سوڈا واٹر فیکٹریوں سے مطالبہ کریں کہ کوئی ایسا ہاضمے دار مشروب تیار کیا جائے جس کا نام الیون اپ ہو۔ سچ کہتا ہوں اگر بریلویوں کو پتہ چل جائے کہ بڑے پیر صاحبؒ رفع یدین کرتے تھے آمین بالجہر کہتے تھے نمازوں میں سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے۔ جلسہ استراحت فرماتے تھے۔ عصر ایک مثل پر پڑھتے تھے آخری تشہد میں تورّک فرماتے تھے۔ وتروں میں ایک رکعت الگ سے پڑھنا افضل جانتے تھے رکوع کے بعد آگے دعائے قنوت پڑھتے تھے۔ اور نماز عید میں اہلحدیثوں کی طرح سات اور پانچ تکبیریں کہتے تھے تو گیارہویں یا ایصال ثواب تو کجا بنفسِ نفیس تشریف لے آئیں تو یہ ٹولہ عشاق ان کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے انکار کردے۔ بلکہ یہ پروانے انہیں اپنی مسجدوں میں گھسنے نہ دیں بالفرض وہ کسی مسجد غوثیہ میں داخل ہو جائیں تو کٹر بریلوی بالٹیاں لے کر فرش دھونے کو لپکیں۔

حضرات : جب تک شاہ جیلانیؒ کی کتابیں موجود ہیں ان کی تعلیمات کو چھپایا نہیں جا سکتا۔ جہلا اور عوام کالانعام کو بیوقوف بنانا کچھ مشکل نہیں سمجھدار لوگ بقائمی ہوش وحواس ان مذہبی عیاروں کے نرغے میں نہیں آسکتے۔ اگر آجائیں تو افسوس ہے اور دکھ ہے۔

قبوری حضرات کو میرا مشورہ ہے کہ یا تو وہ پیران پیرؒ کی مسنون تعلیمات کو عام کریں اور ان پر عمل کریں یا پھر ان کے تمام لٹریچر کو دفن کر کے اس پر ایک عدد مزار تعمیر کردیں۔

بڑے بھائی جتنا ادب : اہلحدیث کے خلاف اہل بدعت کے ترکش کا ایک تیر زہر میں بجھا ہوا یہ بھی ہے کہ بقول ان کے یہ لوگ نبی ﷺ کو بڑے بھائی کے برابر سمجھتے ہیں اس الزام کو خاصی شہرت دی گئی ہے اور اتنا پراپیگنڈہ کیا گیا ہے کہ ان کے بعض قریبی عوام سمجھتے ہیں شاید ہم سچ مچ ایسے ہی ہیں۔

حالانکہ حقیقت صرف اتنی ہے کہ شاہ اسماعیل شہیدؒ نے اپنی مشور کتاب تقویۃ الایمان میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی موجودگی میں ایک اونٹ نے آ کر حضور ﷺ کو سجدہ کیا تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ جانور اور درخت آپ ﷺ کو سجدہ کرتے ہیں ہم زیادہ حق دار ہیں کہ آپ ﷺ کو سجدہ کریں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اعبدوا ربکم اکرموا اخاکم (عن عائشہؓ، مسند احمد، بحوالہ مشکوۃ، باب عشرۃ النساء) ''بندگی کرو اپنے رب کی اور تعظیم کرو اپنے بھائی کی۔'' اس کی تشریح کرتے ہوئے شاہ صاحب لکھتے ہیں: یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے بندگی اس کی چاہیے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء انبیاء، امام زادے پیر، شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی ہیں۔ مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی۔ وہ بڑے بھائی ہوئے ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم کیا۔ ہم ان کے چھوٹے ہیں۔ سو ان کی تعظیم انسانوں کی سی چاہیے نہ کہ خدا کی سی۔

یہ حدیث یہ ترجمہ اور اس کی یہ تشریح ہی شاہ صاحبؒ کا سارا قصور ہے۔ فرمایئے اس میں کیا برائی ہے؟ حضرت شاہ صاحبؒ نے رسول اللہ ﷺ کا الگ نام لے کر نہیں فرمایا کہ آپ ﷺ کی تعظیم بڑے بھائی کی سی چاہیے۔ وہ عموم کو مدّنظر رکھ کر ارشاد فرماتے ہیں جو بڑا بزرگ وہ وہ بڑا بھائی ہے۔ الخ۔ اگر یہ بھی توہین تو پھر بتلایئے اِنَّمَا الْمُوْمَنُوْنَ اِخْوَۃ" (مومن سب بھائی بھائی ہیں) کا کیا بنے گا؟ یَاَیُّھَاالنَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ اِلَی اللّٰہ (اے لوگو! تم سب اللہ کے فقیر ہو) کو کدھر لے جائیں گے۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَان (سب فانی ہیں) کا کیا بندوبست ہوگا؟ کیا ان آیتوں سے آنحضرت ﷺ کو خارج تصور کیا جائے گا؟ بلکہ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْقُتِلَ (اگر حضور فوت ہو جائیں یا شہید ہو جائیں) قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ (بیشک میں انسان ہوں تمہاری طرح) یا لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ (اگر تو شرک کرے تو تیرے عمل بھی ضائع ہو جائیں) وغیرہ یہ جو آیتیں ہیں یہ قرآن سے نکال دی جائیں گی؟

آنحضرت ﷺ نے مسلمان قوم کو اپنی اخوت سے مشرف فرمایا۔ مسلمانوں کو تو اس بات پر ناز کرنا چاہیے کہ وہ اس قوم سے تعلق رکھتے ہیں جس کے ایک فردِ فرید اور رکن رکین خود حضور ﷺ ہیں یقیناً یہ ہمارے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُوْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنَ اَنْفُسِھِمْ.

(بے شک اللہ تعالیٰ نے احسان کیا مومنوں پر جب بھیجا ان میں ایک پیغمبرؐ خود انہی میں سے (آل عمران)

شاہ صاحبؒ نے جو فرمایا ہے کہ اس بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمارے خونی رشتہ سے جو بڑا بھائی ہے اس کے برابر تعظیم چاہیے۔ یہاں بڑائی سے مراد بزرگی ہے جو جتنا زیادہ نیک ہے وہ ہمارے لیے اتنا ہی قابل احترام اور بزرگ بھائی ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ.

بھائی بھی کوئی ناپسندیدہ لفظ نہیں۔ ہمارے دل میں بھائیوں کا بہت احترام ہونا چاہیے۔ ان کے دل میں نہیں ہوتا ہوگا۔ تبھی ایسی باتیں کرتے ہیں۔

برادرانِ یوسفؑ نے بے شک صحیح سلوک نہیں کیا تھا۔ مگر حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تو آخر ان کے ایک بھائی ہی تھے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نبیوں کو اپنی قوموں کا بھائی فرمایا ہے جو ایمان نہیں لائی تھیں۔ اِذْقَالَ لَھُمْ اَخُوْھُمْ نُوْح اَخُوْھُمْ ھُوْد..... اَخُوْھُمْ صَالِح..... اَخُوْھُمْ

لُوط......(الشعراء) جب کہا ان سے ان کے بھائی نوحؑ نے ان کے بھائی ہودؑ نے ان کے بھائی صالح نے ان کے بھائی لوطؑ وغیرہ نے ایہ امت تو پھر مسلمان ہے۔

یہ خیال کتنا واہیات ہے کہ ہمارے حضور ﷺ تو یہ فرمائیں کہ میں تمہارا بھائی ہوں اور ہم یہ کہیں کہ نہیں جی آپ ﷺ ہمارے بھائی نہیں ہیں۔شاہ صاحبؒ نے جو اتنے کھلے لفظوں میں بات کی ہے تو اس کا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ استغفر اللہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کا رتبہ کم ہو کر ایک عام بڑے بھائی کے برابر رہ گیا بلکہ مقصد آپ ﷺ کو اور دیگر نبیوں اور ولیوں کو خدا کے برابر نہ قرار دینا ہے۔ورنہ حضرت شاہ صاحبؒ کے دل میں حضور ﷺ کا جو مقام اور عزت ہے وہ ان کی اس گفتگو سے ظاہر ہے۔جاننا چاہیے کہ ایمان کے دو جز ہیں خدا کو خدا جاننا اور رسولؐ کو رسولؐ۔خدا کو خدا سمجھنا اسی طرح ہوتا ہے کہ اس کا شریک کسی کو نہ سمجھے اور رسولؐ کو رسولؐ سمجھنا اسی طرح ہوتا ہے کہ سوائے اس کے کسی کی راہ نہ پکڑے۔اس پہلی بات کو توحید کہتے ہیں اور اس کے خلاف کو شرک۔دوسری بات کو اتباع سنت کہتے ہیں اور اس کے خلاف کو بدعت (تقویۃ الایمان)

میں پوچھتا ہوں سید اسماعیل شہیدؒ کے مخالفین کیا نبی علیہ السلام کو یہ عزت اور یہ حیثیت دیتے ہیں؟ اس وضاحت کے بعد بھی اگر یہ طبقہ سید صاحبؒ کے خلاف اپنے دل میں بغض وعناد پالتا ہے تو اس کی مرضی ہمارے پاس اس کا علاج نہیں سوائے اس کے کہ یہ کہوں **قل موتو ابغیظکم ان اللّٰہ علیم بذات الصدور.** حدیث قدسی ہے **من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب** (عن ابی ہریرہؓ، بخاریؒ) ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جو میرے دوست سے دشمنی رکھے میرا اس سے اعلانِ جنگ ہے۔

حقیقتِ نجد

اہل بدعت یوں تو ہر مواحد کے نام سے چڑتے ہیں مگر ان کی طرف سے جس غیظ وغضب کا مظاہرہ شاہ اسمٰعیل شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں دیکھنے میں آتا رہتا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے ان کے ذکر سے ان کا بلڈ پریشر نارمل نہیں رہتا۔

شاید اسکی وجہ یہ ہے کہ اللہ کے ان بندوں نے شرک وبدعت کی بیخ کنی کے لئے ہاتھ میں تلوار اُٹھالی تھی اور اس کی چبھن اب تک محسوس ہو رہی ہے۔

ان کے نزدیک شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ وہ نجد کے رہنے والے تھے۔ کیونکہ نجد کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے کوئی اچھی پیشنگوئی نہیں فرمائی۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ نے شام اور یمن کے حق میں برکت کی دعا فرمائی مگر نجد کے بارے میں ارشاد فرمایا: **هنالک الزلازل و الفتن وبها يطلع قرن الشيطان** (بخاری)

''اس مقام پر زلزلے اور فتنے ہیں اور یہیں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔''

علامہ عینیؒ اور حافظ ابن حجرؒ وغیرہ فرماتے ہیں: **اصل نجدما ارتفع من الارض وهو خلاف الغور** ''اصل میں زمین کے بلند حصہ کو نجد اور اس کے بالمقابل نشیبی علاقہ کو غور کہتے ہیں۔''

معجم البلدان اور تاج العروس شرح قاموس کے مطابق عرب میں کئی قسم کے نجد پائے جاتے ہیں ۔مثلاً نجد البرق، نجد اجاء، نجد عقیر، نجد یمامہ، نجد خال، نجد کبکب، نجد شری، نجد مربع، نجد الوذ، نجد حجاز، نجد عقاب، (دمشق)، نجد عراق۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کونسا نجد مراد لیا تھا۔ یعنی نجد قرن الشیطان کسے کہنا چاہیے۔ حضرت ابن عمرؓ ہی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نجد مدینہ منورہ سے مشرقی جانب ہے ____ **عن ابن عمرانه سمع رسول الله ﷺ وهو مستقبل المشرق يقول الاان الفتنة ههنا من حيث يطلع قرن الشيطان** (بخاری)

''حضور ﷺ نے مشرق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا خبردار فتنہ ادھر ہے یہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا؟ ایک دوسری روایت میں باقاعدہ اس علاقہ کی نشاندہی موجود ہے۔ سالم بن عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: **يااهل العراق ماسالكم عن الصغيرة واركبكم للكبيرة سمعت ابى عبد الله بن عمر يقول سمعت رسول الله ﷺ ان الفتنة من ههنا واوماء بيده نحو المشرق من حيث يطلع قرن الشيطان و انتم يضرب بعضكم (قاب بعض (مسلم)** ''اے عراق والو تم چھوٹے مسئلے بہت پوچھتے ہو اور بڑے گناہوں کا خوب ارتکاب کرتے ہو۔ میرے باپ نے نبی ﷺ سے سنا وہ مشرق کی سمت ہاتھ کا اشارہ کر کے فرما رہے تھے کہ فتنے اس جگہ ہونگے۔ یہیں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔ تم ایک دوسرے کی گردنیں کاٹو گے۔'' علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: آنحضرت ﷺ نے جس نجد کو گمراہ فرقوں کا موجب

فرمایا ہے وہ نجد عراق ہے کیونکہ یہی وہ نجد ہے جو مدینہ منورہ سے عین مشرق میں ہے۔ جیسا کہ لغت عرب حدیث اور جغرافیہ عرب کے ماہر امام خطابی نے اعلان کیا ہے۔ امام نوی لکھتے ہیں: جیسا کہ حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ کفر کا سرچشمہ مدینہ منورہ سے مشرقی طرف کا علاقہ ہے کیونکہ فتنوں کا ظہور اسی سے ہوا اور دجال کا خروج اسی علاقہ سے ہوگا۔ اور تاتاریوں کی ہلاکت آفرین حملے بھی یہیں ہوئے۔ (شرح مسلم) عراق ہمیشہ فتنوں کی سرزمین رہی۔ حضرت عمرؓ کا قاتل عراقی تھا۔ حضرت عثمانؓ کے خلاف فتنہ یہیں سے اٹھا جنگِ جمل اور جنگ صفین یہی پر لڑی گئی۔ حضرت علیؓ یہیں شہید ہوئے۔ خارجیہ، جبریہ، قدریہ، جہمیہ، معتزلہ، شیعہ اور دیگر بدعتی فرقوں نے یہیں سے ظہور کیا۔ مختار ثقفی کی نبوت کا ذبہ یہیں سے رونما ہوا۔ قافلہ حسینؓ سے یہیں پر بے وفائی کی گئی۔ ۱۹۱۴ء میں خلافت عثمانیہ کے خلاف غداری کا آغاز بھی یہیں سے ہوا۔ علامہ شبلی نعمانیؒ لکھتے ہیں ''زیادہ تر فساد کا مرکز عراق اور عراق میں بھی خاص کوفہ تھا'' (سیرۃ النعمان) امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں:

لیس الحدیث اھل الکوفة نور: اہل کوفہ کی روایت بے نور ہوتی ہے۔

دوستوں کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ حضرت محمد بن عبدالوہابؒ کی جائے پیدائش نجد یمامہ ہے۔
عہدِ نبوی ﷺ سے لے محمد بن عبدالوہابؒ کے دور تک کسی ایک شخص نے بھی یمامہ کو حضور کی پشینگوئی کا مصداق قرار نہیں دیا تھا۔ جونہی محمد بن عبدالوہابؒ نے عرب میں توحید کا علم بلند کیا اور شرک و بدعت کا قلع قمع کیا۔

انگریز کے ایماء پر ایک مخصوص گروہ نے نجد قرن الشیطان والی حدیث کا رخ ادھر موڑ دیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ نبی ﷺ اور صحابہ اکرامؓ سے لیکر آج تک جو اس کی تشریح ہوتی رہی وہ غلط تھی اور ان کی تشریح صحیح ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک حاضر دماغ دور اندیش اور غیرت مند صحابی تھے۔ آپ نبی نہیں تھے لیکن مزاج اور جلال نبیوں والا پایا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ ہوتے۔ (ترمذی)

فرمایا شیطان آپ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر راستہ تبدیل کر لیتا ہے۔ (صحیحین) اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان اور دل پر حق جاری فرما دیا ہے۔ (ترمذی)

کئی احکام آپ کی تائید اور موافقت میں نازل ہوئے جنہیں موافقات عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ ان میں ایک حکم "پردہ" بھی ہے۔ خاص طور پر آپ نہیں چاہتے کہ ازواج مطہرات پر کسی کی نظر پڑے۔ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ آپ کے پاس نیک و بد سب آتے ہیں۔ امہات المومنین رضی اللہ عنھن کو پردہ کا حکم دینا چاہیے۔ تو سورہ احزاب کی یہ آیت نازل ہوئی۔ فاسئلو ھن من وراء حجاب.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غیرت کتنی عزیز تھی فرمایا میں نے (خواب میں) جنت میں ایک محل دیکھا جس میں ایک نوجوان عورت تھی۔ میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ جواب ملا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا۔ چاہا کہ اندر جا کے دیکھوں۔ پر اے عمر (رضی اللہ عنہ) مجھے تیری غیرت یاد آ گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان! کیا میں آپ صلی اللہ علیہ

وسلم پر غیرت کروں گا۔ (صحیحین)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غیرت کا احساس عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھی تھا۔ فرماتی ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے گھر میں مدفون ہوئے، تو قسم خدا کی پھر عمر رضی اللہ عنہ کی حیاء کی وجہ سے میں کبھی بغیر پردہ کے اندر داخل نہیں ہوتی۔ (احمد) اللہ تعالیٰ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ غیرت والا ہے اس نے پھر عام حکم دے دیا۔

یاایھاالنبی قل لازواجک وبنتک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذالک ادنی ان یعرفن فلایوذین (احزاب)

کہہ اے نبی ﷺ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہ اپنی چادریں اپنے اوپر لٹکا لیا کریں۔ یہ بہت قریب ہے کہ وہ پہچانی جائیں گی۔ اور انہیں ستایا نہیں جائے گا۔

ایک مقام پر خطاب تو ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن سے ہے مگر بالتبع سب خواتین مراد ہیں۔

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیته الاولی (احزاب)

''اور اپنے گھروں میں رہا کرو اور دور جاہلیت کا سا سنگھار نہ دکھایا کرو''۔

جاہلیت کے سنگھار سے مراد مفسرین کے نزدیک جسمانی اعضاء، کپڑے، زیورات، میک اپ اور چال کی نمائش ہے نیز فرمایا:

وقل للمومنات یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الاماظھر منھا ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن الایته (النور)

اور مومن عورتوں سے کہہ دو اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا سنگھار ظاہر نہ کریں مگر جو اس سے ظاہر ہو جائے اور اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈال لیں اور اپنا سنگھار ظاہر نہ کریں سوائے ان کے یعنی خاوند، سسر، بیٹے، سوتیلے بیٹے، بھائی، بھتیجے، بھانجے، اپنی عورتیں، اپنی لونڈیاں، خواہش رکھنے والے ماتحت مرد یا نابالغ بچے اور زمین پر پاؤں مار کر نہ چلیں تا کہ ان کی چھپی زینت کا پتہ چلے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے۔ بولنا زبان کا زنا ہے۔ سننا کانوں کا زنا ہے۔ پکڑنا ہاتھوں کا زنا ہے اور قدم اٹھانا پاؤں کا زنا ہے۔ (صحیحین)

جو عورتیں بن ٹھن کر نکلتی ہیں وہ نہ جانے کتنوں کو گنہگار کرتی ہیں اور ان کے ایمان کا کیا حشر کرتی ہیں۔ غیر محرم کی طرف اٹھنے والی نظر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابلیس کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر قرار دیا ہے۔ (طبرانی)

فرمایا جب کوئی عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے پاس گزرے تا کہ انہیں اس کی خوشبو محسوس ہو تو وہ ایسی ایسی یعنی زانیہ ہے۔ (ترمذی)

فرمایا مردوں کی خوشبو وہ ہے جس کی بو ظاہر ہو اور رنگ مخفی ہو اور عورتوں کی خوشبو وہ ہے جس کا رنگ ظاہر ہو اور بو مخفی ہو۔ (ترمذی)

فرمایا اللہ کی بندیوں کو مسجدوں میں جانے سے نہ روکو لیکن وہ بغیر خوشبو کے نکلیں۔ (ابوداؤد)

فرمایا اپنی عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے نہ روکو اور ان کے گھر ان کے لئے بہتر ہیں۔ (ابوداؤد)

ام حمید سعدیہؓ سے فرمایا تمہارا اپنے کمرے میں نماز پڑھنا برآمدے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور تمہارا اپنے محلے کی مسجد میں نماز پڑھنا جامع مسجد میں پڑھنے سے بہتر ہے۔ (مسند احمد)

فرمایا جو عورت خوشبو لگا کر مسجد میں جائے اس کی نماز قبول نہیں۔ یہاں تک غسل کرے جنابت کی طرح (ابوداؤد) وحیہ بن خلیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مصر کی بنی ہوئی باریک ململ (قباطی) آئی تو ایک پیس مجھے عنایت کیا اور فرمایا اس کے دو حصے کر کے ایک کی اپنی قمیض بنا لو اور دوسرا اپنی بیوی کو دے دو کہ اوڑھنی بنا لے اور اسے کہنا کہ نیچے اور کپڑا لگا لے تا کہ اندر سے وجود نظر نہ آئے۔ (ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھتیجی حفصہ بنت عبدالرحمان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی تو اس نے باریک دوپٹہ لے رکھا تھا جسے آپ نے پھاڑ ڈالا اور اسے موٹی اوڑھنی پہنا دی۔ (موطا)

عورتوں کو مردوں سے دور رکھنے کے لئے فرمایا مردوں کی بہترین صف سب سے اگلی صف ہے اور بدترین صف سب سے پچھلی صف ہے۔ (مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کے باہر عورتوں کو راستہ کے بیچ میں چلتے دیکھ کر فرمایا۔ پیچھے ہٹو راہ کے درمیان نہیں ایک طرف ہو کے چلو۔ (ابوداؤد)

مردوزن کے اختلاط کوروکنے کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا جن عورتوں کے خاوند باہر گئے ہوئے ہوں ان کے پاس نہ جاؤ کیونکہ شیطان انسان کے اندر خون کی طرح گردش کرتا ہے۔(مسند احمد)

فرمایا کوئی مرد کسی عورت کے پاس تنہائی میں نہ جائے۔ الا یہ کہ اس کا محرم موجود ہو اور نہ کوئی عورت بغیر محرم کے سفر کرے۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ یارسول اللہ میری بیوی حج کو جارہی ہے اور میرا نام جہاد کے لئے درج کیا گیا ہے تو فرمایا تم اپنی بیوی کے ساتھ حج کو جاؤ۔(صحیحین) انسان کتنا بھی صالح اور پاکباز کیوں نہ ہو اسے بھی نہیں چاہیے کسی کو شک کا موقع دے وہ ہرگز یہ خیال نہ کرے اس پر کس نے شک کرنا ہے۔ لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تک کو معاف نہیں کیا تھا یہ تو قدرت ان پر مہربان تھی جو آسمان سے ان کی برات نازل ہوگئی۔(سورہ نور)

خود امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلے میں بہت احتیاط برتتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں تھے۔ رات حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا تلاوت کے لئے آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں چھوڑنے چلے۔ راستے میں دو آدمیوں کو دیکھا، فرمایا ٹھہرو یہ میری بیوی صفیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔(ابوداؤد)

یہ واقعہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی غیر عورت کو ہاتھ نہیں لگایا۔ بیعت کا عہد بھی آپ ان سے زبانی لیتے تھے۔(ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کی بہن اسماء رضی اللہ عنہا باریک کپڑے پہن کر آگئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دھیان پرے کرلیا اور فرمایا اے اسما جب عورت جوان ہو جائے تو ہاتھوں اور چہرے کے سوا اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہیں آنا چاہیے۔(ابوداؤد)

اس سے بعض لوگ استدلال کرتے ہیں، کہ ہاتھ اور چہرے پردہ سے مستثنیٰ ہیں یہ استدلال صحیح نہیں۔ اول تو یہ حدیث مرسل ہے۔ بصورت صحیح اس سے گھر کا پردہ مراد ہے جسے ستر کہنا چاہیے۔ جہاں تک اجنبیوں کا تعلق ہے۔ یا گھر سے باہر نکلنے کا مسئلہ ہے تو قرآن مجید میں صاف الفاظ موجود ہیں۔

یدنین علیھن من جلابیبھن (احزاب)

یعنی اپنے اوپر چادریں لٹکالیا کریں۔

مفسرین نے اس مقام پر ہاتھ اور چہرے کو شامل فرمایا ہے اور صحابیات رضی اللہ عنھن کا اسی پر عمل تھا غزوہ بنی مصطلق سے واپسی پر جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پیچھے رہ گئی تھیں۔ تو حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کی نظر ان پر پڑی تو فرماتی ہیں انہوں نے مجھے دیکھ کر پہچان لیا کیونکہ پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھ رکھا تھا۔ پس میں نے اپنی جلباب (چادر) کے ساتھ اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ (صحیحین)

احرام کی حالت میں حالانکہ عورت کا چہرہ کھلا ہونا چاہیے۔ تاہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ حجتہ الوداع کے سفر میں لوگ ہمارے قریب سے گزرتے تو ہم سر سے چادریں کھینچ کر چہرہ پر ڈال لیتیں۔ جب گزر جاتے تو اوپر کر لیتیں۔ (ابوداؤد)

ایک صحابیہ ام خلاد کا لڑکا شہید ہو گیا۔ وہ دریافت احوال کے لئے خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں تو اس حالت میں بھی چہرہ پر نقاب موجود تھا لوگ حیران ہوئے تو کہنے لگیں میں نے بیٹا کھویا ہے حیاء نہیں کھوئی۔ (ابوداؤد)

جو لوگ الا ماظھر منھا (نور) سے ہاتھ اور چہرے کو ننگا رکھنے کی گنجائش نکال لیتے ہیں وہ زیادتی کرتے ہیں کیونکہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اظہار زینت منع ہے۔ ظہور زینت مجبوری ہے اگر ہاتھ اور چہرے میں بھی کوئی ایسی مجبوری ہو تو قابل معافی ہے ورنہ اب جبکہ ہاتھ اور چہرہ ہی مرکز زینت قرار پا گئے ہیں تو ان کی نمائش کرنا ظہور نہیں اظہار ہے۔ اصل میں ماظھر سے مراد ستر کے مستثنیات ہیں یا حجاب کی صورت میں وہ بیرونی لباس جسے چھپانے پر عورت قادر نہیں۔ گو اب اس میں بھی اکثر خواتین ظہور کی بجائے اظہار سے کام لینے لگی ہیں یعنی ایسا جاذب نگاہ برقعہ یا چادر استعمال کرتی ہیں جو انہیں ان کے اصل وجود سے بھی زیادہ پر کشش بنا دیتا ہے۔ ایک ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ان کے کلینک میں کچھ فیشن ایبل خواتین کبھی برقعہ پہن کر آ جاتیں اور کبھی بغیر برقعہ کے وجہ پوچھی گئی تو کہنے لگیں جب وہ بنی سنواری ہوں تو برقعہ نہیں پہنتیں اور اگر سادگی میں نکلنا پڑے تو پہن لیتی ہیں تا کہ نقائص چھپے رہیں یعنی برقعہ جو حقیقت میں اخفاء زینت کے لئے تھا اس کا مقصد اظہار زینت یا اخفاء سادگی ہو گیا۔

بعض بیبیاں پردہ کرنے میں عجیب ستم روا رکھتی ہیں یعنی کہ اپنوں سے پردہ کرتی ہیں اور اجنبیوں سے نہیں کرتیں یا اپنے شہر میں پردہ کرتی ہیں اور دوسرے شہر میں جا کر اٹیچی کیس میں رکھ لیتی ہیں تا کہ واپسی

پردوبارہ پہنا جاسکے۔کئی قدیم طرز کے گھرانوں کی ماڈرن لڑکیوں کو بھی دیکھا ہے ادھر اپنے ماحول میں برقعہ استعمال کرتی ہیں مگرمری وغیرہ میں جا کرشتر بے مہار گھومتی پھرتی ہیں۔جیسے وہ یہاں کی مخلوق ہی نہ ہوں بلکہ ابھی ابھی پیرس سے آئی ہوں اور ائیر پورٹ سے سیدھا مال روڈ پہنچ گئی ہوں۔

سڑکوں پر خواتین کے ایسے ریوڑ بھی مٹرگشت کرتے دیکھے جاتے ہیں کہ عمر رسیدہ عورتوں نے تو اچھی طرح پردہ کیا ہوتا ہے اور پورے لباس میں ملبوس ہوتی ہیں اور نوجوان لڑکیاں فل میک اپ سے مسلح ہو کر نہایت عشوہ وادا کے ساتھ اور نیم برہنہ حالت میں اٹھلاتی نظرآتی ہیں جیسے صاحبزادیاں شکار کو نکلی ہوں۔حالانکہ بوڑھی عورتوں کو ویسے ہی پردہ میں رعایت دی گئی ہے۔قرآن مجید میں ہے اور بوڑھی عورتیں جو نکاح کی رغبت نہیں رکھتیں ان پر کوئی حرج نہیں اگر وہ اپنی چادریں اتار کر رکھ دیں۔بشرطیکہ فیشن کی نمائش کرنے والی نہ ہوں۔(نور)

یعنی جن کے لئے پردہ ضروری تھا وہ کپڑوں سے باہر ہو رہی ہیں اور جن کے لئے ضروری نہیں وہ لادے پھرتی ہیں۔الٹ کام ہے نئی نسل بے شرمی، بے حیائی اور تباہی کی آخری سرحدوں کو چھونے لگی ہے۔سچی بات یہ ہے اب بعض کی تذکیر و تانیث تک کا پتہ نہیں چلتا۔یعنی معلوم ہی نہیں ہوتا کہ خیر سے یہ برخوردار ہیں یا کسی کی عزت و آبرو۔حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کی ریس کرنے پر لعنت فرمائی۔(بخاری)

یہ لڑکیاں بے پردگی کو آزادی اور پردہ کو غلامی تصور کرتی ہیں یہ بھی ان کی سمجھ کا الٹا پن ہے۔کاش ان مسلمان بیٹیوں کو معلوم ہو کہ اسلام میں پردہ آزاد عورتوں کے لئے ہے لونڈیوں کے لئے نہیں۔کون سمجھائے ان ''جھلی کڑیوں'' کو کہ انہوں نے لونڈیوں والی خصلت اپنالی ہے۔ستم بالائے ستم یہ کہ پردہ کرنے والیوں کا مذاق اڑاتی ہیں اور انہیں دقیانوسی خیال کرتی ہیں۔انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہمیشہ قیمتی اشیاء کو چھپایا جاتا ہے اور ان کی حفاظت کی جاتی ہے۔پردہ قید نہیں شرافت کی علامت ہے' آزادی کا ثبوت ہے اور عزت کی ضمانت ہے۔

گذشتہ صفحات میں آپ قرآن مجید کے الفاظ پڑھ آئے ہیں۔

ذالک ادنی ان یعرفن فلا یوذین (احزاب)

یعنی لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ معزز خواتین ہیں اس لئے انہیں چھیڑا نہیں جائے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام بے پردہ خواتین کی عزت کو محفوظ نہیں سمجھتا اب جو لڑکی اسلام کے حکم پر نہ چلے تو پھر خدانخواستہ اسے کوئی آوارہ منش چھیڑ دے تو قصور کس کا ہے؟

جس قسم کا نخرہ لگا کر یہ لڑکیاں باہر نکلتی ہیں اس میں سراسر گناہ کی دعوت بلکہ شدید قسم کی ترغیب پائی جاتی ہے۔ تعجب ان نالائقوں پر نہیں جو ان کی دعوت قبول کرتے ہیں اور اس ترغیب کا شکار ہو جاتے ہیں بلکہ ان باکردار اور صالح نوجوانوں پر ہے جو سب کچھ دیکھتے ہیں مگر پھر بھی ماہ کنعاں کی طرح ان کا ایمان قائم رہتا ہے۔ یہ عورتیں جب شاپنگ کے لئے نکلتی ہیں تو ان کی تیاری دیکھ کر یوں معلوم ہوتا ہے جیسے نازنینیں سسرال کو چلی ہوں۔ مینا بازاروں میں بھی بیگمات قیامت بن کر پہنچتی ہیں ہوٹلوں اور کلبوں میں بھی یہ بجلیاں بن کر کوندتی ہیں۔

سیر گاہیں اور باغات بھی پرستاں نظر آتے ہیں' اسٹوڈیو تو ان کے دم قدم سے آباد تھے ہی اب کھیل کے میدان' تعلیمی ادارے، اسمبلیاں، منسٹر ہاؤس، دفاتر اور کاروباری مراکز سب نگار خانوں میں تبدیل ہو گئے ہیں۔ اب شام کے وقت مردوں کو گھر لوٹنے کی جلدی نہیں رہی۔

بیاہ شادی کے موقعہ پر شرم و حیاء کا بھانڈا جس طرح چوراہے کے بیچ میں پھوٹتا ہے اس کی مثال نہیں ملتی جیسے مقابلہ حسن شروع ہو گیا ہو۔ بلکہ کئی دن پروگرام ہونے کی وجہ سے یہ شادیاں حسن کا ٹورنامنٹ معلوم ہوتی ہیں۔

جیسے شادی صرف دلہن کی نہیں ہو رہی بلکہ سب کی ہو رہی ہو اور سارے جہان سے ہو رہی ہو۔ الا ماشاء اللہ مہندی کی ایک رسم چل نکلی ہے اس رات عورتیں باہر سڑکوں پر اس انداز سے ناچتی، ٹاپتی، گاتی، بجاتی، تھرکتی اور خرمستیاں کرتی ہوئی ایک دوسرے کے ہاں پہنچتی ہیں کہ حیاء سر پیٹ کر رہ جاتی ہے۔ اس میں نہ کسی حاجی کا امتیاز باقی رہ جاتا ہے اور نہ کسی نمازی کا بلکہ نہ کسی دیوبندی کا نہ بریلوی کا نہ اہلحدیث کا یہاں پہنچ کر سب مذہب ایک ہو جاتے ہیں۔

دنیا خرافات میں کھو گئی ۔ برات والے دن تو رنگ و بو کا طوفان آ جاتا ہے۔ عریانی شرمناک انتہاؤں کو پہنچ جاتی ہے۔ جسم کے وہ حصے نمایاں کر دیئے جاتے ہیں جن پر شوہر کے سوا کسی کی نگاہ نہیں پڑنی

چاہیے۔ یقین جانیئے ان میں اکثر چڑیلیں نظر آتی ہیں۔ اتنا گہرا اور شوخ میک اپ کر رکھا ہوتا ہے کہ اصل پر نقل کا گمان ہوتا ہے۔ یعنی کہ جیسے نقلی چہروں کا سیلاب آ گیا ہو اور وہ "پہلے مجھے دیکھیئے" کی مانند زیارت گاہ عام وخاص بنی ہوتی ہیں۔ ان حالات میں کسی ستم ظریف کو چاہیے کہ نقلی چہروں کی صنعت کھول لے تا کہ روز مرہ میک اپ پر اٹھنے والا لاکھوں روپے کا خرچ بھی بچ جائے اور گھنٹوں وقت بھی سوٹنگ کے مطابق ریڈی میڈ چہرہ لگایا اور "ڈنگ ٹپالیا"۔ جیسا کہ مشہور ہے کہ ایک چہرے پہ کئی چہرے سجا لیتے ہیں لوگ۔

آج کل دوش بدوش کی اصطلاح بہت مستعمل ہے غیر مسلم اگر یہ یاوہ گوئی کریں تو بات بنتی ہے۔ مسلمان ہی اٹھ کر اگر ایسی نکمی باتیں ہانکنے لگیں تو افسوس ہوتا ہے جبکہ انہیں خوب معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد اور عورت کو ہمیشہ الگ الگ رکھا ہے۔ اپنی نیچرل ساخت کی بدولت کبھی عورت ذات کو نامحرموں سے مخلوط نہیں ہونے دیا اور پھر انہیں یہ بھی معلوم ہے مخلوط معاشرے سے کیا نتائج وعواقب برآمد ہوتے ہیں۔ ہمیں مخلوط سوسائٹی کی چمک دمک تو بہت نظر آتی ہے مگر اس کے پس منظر میں جو تاریکی چھپی ہوئی ہے اس پر ہماری نگاہ نہیں پڑتی۔ یقین کیجئے پردہ بے شمار معاشرتی بیماریوں، برائیوں اور جائز و ناجائز بدگمانیوں کا واحد حل ہے۔ عورت کی لیاقت، قابلیت اور صلاحیت شبہ سے بالاتر ہوگی۔ مگر آگ کے پاس گھی نہ پگھلے۔ اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔

بہنوں کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ان کے بے پردہ چہروں پر جو غیروں کی نگاہ پڑتی ہے وہ برادرانہ نہیں ہوتی۔ کچھ اور پیغام لئے ہوئے ہوتی ہے۔ اب بہن اور بھائی کے الفاظ باقی رہ گئی ہیں ان کے معانی کا تقدس مجروح ہو چکا ہے۔

ہمیں ضیاء الحق کے دور میں امید تھی کہ چادر اور چار دیواری کا تحفظ کیا جائے گا۔ مگر افسوس اس حکومت کے پاس نعروں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ ان میں عملی جرات کا زبردست فقدان تھا۔ اور پھر نسوانی حکومت نے اس کی رہی سہی کسر پوری کردی۔ عورتوں کا فتنہ اس بے باکی کے ساتھ ان ایام میں ابھرا ہے کہ تمام سابقہ ریکارڈ ٹوٹ گئے ہیں۔ ایسے معلوم ہوتا ہے ان کے کوئی والی وارث نہ رہے ہوں۔ اگر ہوں تو انہیں دیوث کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے۔ یہ مادر پدر آزاد منہ زور اور سرکش لڑکیاں معاشرہ کے لئے مسئلہ بن چکی ہیں۔ انہوں نے نوجوان کے ذہن کو پراگندہ اور ماحول کر برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ غیر شرعی فیشن کر کے

بے پردہ گھومنے پران کا چالان کیا جائے۔

ذرا ان کے لانبے لانبے ناخن تو دیکھئے جیسے یہ انسانی ہاتھ نہ ہوں وحشی پنجے ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناخن کٹوانے کو فطرت میں شمار کیا ہے۔(صحیین) لہذا ناخن بڑھانا غیر فطری عمل ہے پھران پر نیل پالش کی چڑھی ہوئی تہہ ملاحظہ فرمایئے جیسے ابھی ابھی کسی کا خون کر کے آئی ہوں۔ حالانکہ اس سے نہ وضو صحیح ہوتا ہے اور نہ غسل۔ عورت ناپاک رہتی ہے۔ ایسے میں اگر وہ نمازیں بھی پڑھیں یا روزے رکھیں اکارت ہے۔ پھر ان کی پیشانی دیکھئے بھوئیں دیکھئے کس طرح بال چنے ہوتے ہیں۔ کتنی بھونڈی شکل بنا رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چہرہ سے بال چننے والیوں (متنمصات) پر لعنت فرمائی ہے۔ اب تو جگہ جگہ بیوٹی پارلرز کی وباء بھی پھیل گئی ہے۔ ان کے پروپرائیٹروں (نائیوں) نے بیسیوں قسم کے سٹائل اور ڈیزائن تیار کرنے کا کورس پاس کر رکھا ہے اور باقاعدہ تربیت حاصل کی ہوتی ہے۔ نت نئے فیشن کی دلدادہ لڑکیاں ان سے حسن خریدنے جاتی ہیں مگر

حسن ہٹاں تے نئیں وکدے تولبھدی پھریں وچ بازار کڑے

اس مصنوعی حسن نے تو ان کو ان کے اصلی حسن سے بھی محروم کر دیا ہے اور ان کی شکل کو حد درجہ قبیح اور جلد کو بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ شاید انہیں معلوم نہیں مسلمان کے چہرے کی چمک کیمیکلز کی نہیں سجدوں کی مرہون منت ہے۔

سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود

اور یہ چمک عارضی نہیں مستقل اور پائیدار ہے یہ وہ چمک ہے جو

یسعی نورھم بین ایدیھم و بایمانھم (الحدید)

لھذا ان حوازادیوں کو اپنے احوال پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔ انہیں معاشرہ کے لئے فتنہ بننے کی بجائے رحمت کی ٹھنڈی چھاؤں بننا چاہیے۔ قسم اللہ کی اگر پردہ کی پابندی کی جانے لگے تو معاشرہ کو فیشن کے نت نئے سیاپوں سے نجات مل جائے۔ کیونکہ یہ عموماً ہوتا ہی غیروں کو دکھلانے کے لئے ہے۔

مصیبت تو یہ ہے کہ ان لڑکیوں کے سر پر ہر وقت مغربی میموں یا فلمی ہیروئنوں کا بھوت سوار رہتا ہے۔ انھی کی نقالی میں ان کے لیل ونہار بسر ہوتے ہیں۔ عفت و پاکدامنی جیسے الفاظ ان کے ہاں کوئی حقیقت

نہیں رکھتے۔شرفاء کی بیٹیوں کوان کی ریس نہیں کرنی چاہیے۔جن کا ہم کلمہ پڑھتے ہیں ان کی بیویاں اور بیٹیاں ایسی تو نہ تھیں۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پردہ کرلو۔کہنے لگیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو نابینا ہیں فرمایا تم تو نابینا نہیں ہو۔(صحیحین)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک نابینا شخص آیا تو آپ نے پردہ کرلیا۔کسی نے کہا وہ تو نہیں دیکھتا فرمایا مگر میں تو دیکھتی ہوں۔(موطا)

پیچھے آپ پڑھ آئے ہیں کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبر سے بھی پردہ کیا ہے۔یہ عبرت کا مقام ہے۔یہ ٹی وی یہ وی سی آر اور یہ ڈش انٹینا، سی ڈی، کیبل، موبائل وغیرہ بھی ہماری غیرت کے لئے چیلنج بن گئے ہیں۔

کاش اس معاشرے کے ماں باپ کی غیرت بھی جاگے۔بھائیوں کی غیرت جاگے۔بیٹوں کی غیرت جاگے۔شوہروں کی غیرت جاگے۔بیٹیوں کی غیرت جاگے۔حاکموں کی غیرت جاگے۔پولیس کی غیرت جاگے۔دھرتی کے رکھوالوں کی غیرت جاگے اور تمام شہریوں کی غیرت جاگے جیسے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی غیرت جاگ گئی تھی۔

آہ غیرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح معنوں میں مسلمان بننے کی توفیق دے۔آمین

وماعلینا الاالبلاغ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جو رسول خدا ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں۔ ان کے والد فوت ہوئے تو تین دن گزرنے پر انہوں نے خوشبو منگوا کر استعمال کی اور کہا مجھے اس کی طلب نہ تھی۔ یہ صرف اس لیے لگائی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سن رکھا ہے۔ مسلمان عورت کیلئے جائز نہیں کہ وہ کسی مرنے والے پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے۔ سوائے بیوی کے کہ وہ اپنے خاوند پر چار مہینے دس دن سوگ منائے۔

میں نے یہ حدیث اس لیے بیان کی ہے کہ پچھلے دنوں ہمیں بھی اپنے قیمتی علمائے کرام کی شہادت کا غم برداشت کرنا پڑا ہے ہمارے دل زخمی ہیں کلیجے چھلنی ہیں اندر کی کائنات سوگوار ہے مگر نہ چاہتے ہوئے بھی ہم عید منا رہے ہیں اور ان خوشیوں میں شریک ہیں صرف اس لیے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے۔ کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے سوائے بیوی کے۔ (الحدیث)

نیز ہماری عید تو عبادت کا ثمرہ ہے۔ عبادت کا انعام ہے اور ایک عبادت کے بعد دوسری عبادت ہے اور عبادت تو بہر حال کرنی ہی چاہیے۔ خوشی میں بھی غمی میں بھی طوعاً بھی کرہاً بھی چاہتے ہوئے بھی نہ چاہتے ہوئے بھی۔

حضرات! رمضان المبارک گزر گیا ہے کسی نے یہ مہینہ عبادت کر کے گزارا۔ نمازیں پڑھیں

روزے رکھے خیرات تقسیم کی سچ بولا حلال کمائی کی اور اپنی بخشش کے لئے دعائیں مانگیں۔ اور کچھ بدنصیب وہ ہیں جنہوں نے اس ماہ میں بھی مسجد میں قدم رکھنا اپنی شان کے خلاف سمجھا۔ دن کو کھانے پکتے رہے۔ ہوٹل بازیاں ہوتی رہیں انہوں نے حدود اللہ کو توڑنے میں اللہ تعالیٰ کی اتنی پرواہ بھی نہ کی جتنی کہ موٹر سائیکل سوار بچے ٹریفک کے قواعد وضوابط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے سنتری کی پرواہ کرتے ہیں۔

یعنی یہ دو الگ الگ قسم کے لوگ تھے نمازیں پڑھنے والے نہ پڑھنے والے روزہ رکھنے والے نہ رکھنے والے وغیرہ مگر افطار پارٹیوں میں اکٹھے نظر آتے ہیں۔ ان پارٹیوں میں وہ لوگ بھی شریک ہوتے رہے جنہوں نے کبھی روزہ چکھ کر نہیں دیکھا اور ایسی لیڈرانیاں بھی دکھائی دیں جن کے سر دوپٹے سے ناآشنا ہیں افطار ایک مذہبی عمل ہے اور اسی سلسلہ میں کسی پارٹی کا منعقد ہونا ایک سیاسی عمل ہے۔ افطار پارٹی مذہب اور سیاست کا حسین امتزاج ہے۔ افطار پارٹی دین اور سیاست کا خوبصورت اتحاد ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ علامہ اقبالؒ کے اس مصرعہ پر عمل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

مگر ایک بات کا افسوس ہے مذہب میں تو سیاست آ گئی ہے لیکن سیاست میں مذہب کو داخل کرنے میں ہم کامیاب نہ ہو سکے۔ یا یوں کہیے مذہبی لوگوں میں سیاسی خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں لیکن سیاسی لوگوں میں مذہبی خوبیاں نشوونما نہ پا سکیں۔

مذہب کے علمبرداروں کو چاہیے تھا کہ وہ **مسلمین ہوتے، مومنین ہوتے، قانتین ہوتے، صادقین ہوتے، صابرین ہوتے، خاشعین ہوتے، متصدقین ہوتے، صائمین ہوتے، حافظین ہوتے، ذاکرین ہوتے** ۔ مگر بجائے اس کے ان میں سیاسی شاطروں جیسی منافقانہ علامتیں پائی جانے لگیں۔ وہ جھوٹ بولنے لگے قوم کو سبز باغ دکھانے لگے۔ خیانت کرنے لگے غیر ثقہ نعرے لگانے لگے۔ بڑھکیں مارنے لگیں ان میں ریاکاری آ گئی شہرت پسندی آ گئی اقتدار کی ہوس اور طالع آزمائی پیدا ہو گئی ضمیر فروشی ہونے لگی ایمان کے سودے ہونے لگے۔ لیڈر شپ کی بھوک میں سیاسی پارٹیوں کی طرح انہوں نے بھی اپنی مذہبی جماعتوں کو کئی حصوں میں تقسیم کر کے رکھ دیا۔

جہاں تک سیاسی لوگوں کا تعلق ہے انہوں نے مذہب کے نہیں بلکہ طور سیاست کے اور بطور ایک

حرب کے جیسے یہ افطار پارٹیاں یہ اسلامی نعرے یہ شیلڈ یہ سیرت کانفرنسیں یہ افتتاحی تلاوتیں وغیرہ۔

غور کر کے دیکھ لیجئے علامہ اقبالؒ کے شعر کا مطلب یہ نہیں تھا کہ دین سے سیاست جدا نہ ہو بلکہ یہ تھا کہ سیاست سے دین جدا نہ ہو مذہب تو خود ایک پابندی کا نام ہے۔وہ درحقیقت سیاست کو مذہب کی لگام پہنانا چاہتے تھے مگر ہوا یہ کہ ہماری سیاست جو بے لگام تھی وہ بے لگام ہی رہی۔مذہب میں سیاست آجانے سے مذہب بھی بے لگام ہو گیا اب ہر طرف افراتفری اور انتشار کا عالم ہے۔جسے دیکھو شتر بے مہار صحیح قیادت کا بحران پیدا ہو گیا ہے۔

ہمارے حکام مصلحتاً اسلام کا نام تو بہت لیتے ہیں مگر اسے عملاً نافذ کرنے سے گریز کرتے ہیں کہتے ہیں کہ اس میں اختلاف بہت ہے میں ڈنکے کی چوٹ پر کہتا ہوں اسلام میں اختلاف نہیں ہے۔اور جس چیز میں اختلاف ہے وہ اسلام نہیں ہے۔اعلان باری تعالیٰ ہے: وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا. (النساء) اگر قرآن غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو لوگ اس میں بہت اختلاف پاتے حدیث جو قرآن کی تفصیل اور تعریف ہے وہ بھی منجانب اللہ ہے کیونکہ وہ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى. اور پیغمبر خواہش سے نہیں بولتا وہ وحی الٰہی ہوتی ہے اس لیے اس میں بھی اختلاف ناممکن ہے۔یعنی اسلام اگر کتاب وسنت کا نام ہے تو پھر اس میں اختلاف نہیں پایا جاتا لہٰذا حکومت کو اختلاف والا بہانہ نہیں بنانا چاہیے آج کل شریعت بل کا بہت چرچا ہے خود ہمارا اپنا ایک دھڑا اس کی مخالفت کر رہا ہے اور دوسرا اس کی حمات میں ہے میں ان دونوں دھڑوں کو مخلص سمجھتا ہوں فرق اتنا ہے کہ مخالفت کرنے والے کو اس میں فقہ حنفی کے لئے چور دروازہ نظر آرہا ہے اور حمایت کرنے والے نے اسی خطرہ کو محسوس نہیں کیا۔ہم تو خیر ٹھہرے ہی اہل حدیث ہم میں سے کوئی فریق کتاب وسنت کے علاوہ کسی چیز کے بارے سوچ بھی نہیں سکتا میں عرض کرتا ہوں یہ حنفی عوام بھی دیوبندی اور بریلوی حصوں میں تقسیم ہیں بفضل خدا یہ بھی قرآن وسنت ہی کو پسند فرمائیں گے۔ کسی سنی مسلمان سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات پر کسی امتی کی بات کو ترجیح دے میں ان بیان باز مولویوں اور ان کے خاص الخاص حواریوں کی بات نہیں کرتا یہ مخلوق اس سے مستثنیٰ ہیں۔

جہاں تک شعیہ کا تعلق ہے یہ انقلاب ایران کے بعد بہت ہوشیار ہو گئے ہیں ہم ان کے ساتھ بھی

بے انصافی نہیں چاہیں گے۔ جو حقوق شیعہ حکومت نے ایران میں اہل سنت کو دے رکھے ہیں۔ وہی حقوق پاکستان میں شیعہ کو بھی ملنے چاہئیں اور اگر شیعیت نافذ کرتے وقت حکومت ایران نے اہل سنت سے کوئی مشورہ لیا تھا۔ تو یہاں بھی شریعت نافذ کرتے وقت شیعہ سے مشورہ لیا جانا چاہیے۔

عزیزان من! ہم جہاں اپنی حکومت سے اسلامی نظام کے نفاذ کا پرزور مطالبہ کرتے ہیں وہاں یہ بھی واضح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اسلام صرف کتاب وسنت کو کہتے ہیں اس کے علاوہ جو کچھ ہے سب فرقہ واریت ہے اور اختلافات کی تند وتیز اور ایمان کو جھلسا دینے والی آندھیاں ہیں۔ جسے کتاب وسنت منظور نہیں وہ حکومت ہو یا کوئی اور سیاسی یا مذہبی فرقہ اسے اسلام کا نام نہیں لینا چاہیے۔

گزشتہ ماہ اخبارات میں بار بار یہ مطالبہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ ستائیسویں شب کو شریعت بل منظور کر لیا جائے مگر گزارش ہے لیلۃ القدر کو قرآن نازل ہوا تھا فقہ حنفی نازل نہیں ہوئی تھی

اگر شریعت بل سے مراد کتاب وسنت کا نفاذ ہے تو یہ خاکسار اس پر اپنے دونوں انگوٹھے ثبت کرنے کے لیے تیار ہے۔ ہمارے شہیدوں نے بھی کتاب وسنت کی بالادستی کے لیے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے ہیں ہم ان کا ماتم تو نہیں کریں گے مگر ان کے خون سے بے وفائی بھی نہیں کریں گے۔ انشاء اللہ العزیز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بحث برائے بحث: سورہ بقرہ میں دو جگہ ایام معدودات کا ذکر ہے۔ آیت نمبر ۱۸۴ میں اس سے مراد ماہ رمضان ہے اور آیت نمبر ۲۰۳ میں ایام کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی شرف سے نوازا ہے مگر ہمارے ہاں کے بھارتی مقلدین (یعنی دیوبند اور بریلی سے تعلق رکھنے والے معزز حنفی برادران) ان دِنوں میں عبادت میں کم اور جھگڑے میں زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں۔ یہ لوگ سارا رمضان شریف اس ردّ و قدح میں گزار دیتے ہیں کہ تراویح آٹھ نہیں بیس ہیں اور ایام تشریق اس بحث کی نذر کر دیتے ہیں کہ قربانی کے دن چار نہیں تین ہیں۔ مگر جس طرح انکے پاس بیس تراویح کے لئے کوئی صحیح حدیث نہیں اسی طرح ان کے پاس تین دن کی قربانی کیلئے بھی قطعاً کوئی حدیث نہیں۔

ہر فرد کی طرف سے قربانی: مسائلِ قربانی کے باب میں صرف تین دن قربانی کا مسئلہ ہی نہیں بلکہ ان کا یہ مسئلہ بھی بے دلیل ہے: **ویذبح عن کل واحد منھمر شاۃ** (ہدایہ ج ۴ ص ۴۴۷) خاندان کے ہر (بالغ) فرد کی طرف سے ایک بکری ذبح کرے۔ کیونکہ زمانہ نبویؐ کے بارے میں حضرت ابو ایوبؓ فرماتے ہیں: **کان الرجل یضحی بالشاۃ عنہ وعن اھل بیتہ** (مؤطا امام مالک و ترمذی) ایک آدمی اپنی طرف سے اور اپنے خاندان کی طرف سے ایک بکری ذبح کرتا تھا۔

مسافر پر قربانی: اسی طرح یہ مسئلہ بھی ان کا بے دلیل ہے کہ مسافر پر قربانی نہیں۔ **ولیس علی الفقیر والمسافر اضحیة لما بینا وابوبکر وعمر کانا لا یضحیان اذا کانا مسافرین و عن علی لیس علی المسافر جمعة ولا اضحیة (ھدایہ ج ۴ ص ۴۲۸)** غریب اور مسافر پر قربانی نہیں۔ حضرا بو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ حالت سفر میں قربانی نہیں کرتے تھے۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ مسافر کے ذمہ جمعہ اور قربانی نہیں۔ ان دونوں حوالوں کی بابت خود بین السطور میں لکھا ہے۔ **قلت غریب** : یعنی بے ثبوت ہیں۔ حضرت ابن حجرؒ ادار یہ میں فرماتے ہیں **لم اجدہ** یہ مجھے نہیں ملے۔ اور لکھا ہے: **بل صح عنھما انھما کانا لایضحیان مطلقاً احیاناً خشیته ان یظن وجوبھا** : بلکہ شیخین رضی اللہ عنہما سے بالصحت ثابت ہے کہ وہ بسا اوقات ویسے ہی قربانی نہیں کرتے تھے تا کہ کوئی اسے واجب نہ سمجھ لے _____ جبکہ حنفیہ کے نزدیک قربانی واجب ہے۔ صحیح مسلم میں روایت ہے: **ذبح رسول اللہ ﷺ ضحیة ثم قال یا ثوبان اصلح لحم ھٰذہ فلم ازل اطعمه منھا حتی قدم المدینة** (ج۲ ص۱۵۹) نبی ﷺ نے قربانی کا جانور ذبح کیا پھر فرمایا: اے ثوبان! اسکا گوشت سنبھال رکھو۔ تب میں اس سے آپ کو کھلاتا رہا یہاں تک کہ آپ مدینہ میں تشریف لے آئے۔ اسکے تحت علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: **وفیه ان الضحیة مشروعة المسافر کما ھی مشروعة للمقیم وھٰذا مذھبنا وبه قال جماھیر العلماء** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قربانی مسافر کیلئے بھی ویسے ہی مشروع ہے جیسے مقیم کیلئے۔ چنانچہ ہمارا اور تمام جمہور علماء کا یہی مذہب ہے۔

طلوع فجر کے بعد قربانی: بلکہ ان کا یہ مسئلہ بھی بے دلیل ہے۔ **وقت الاضحیة یدخل بطوع الفجر من یوم النحر الاانه لایجوز لاھل الامصار الذبح حتی یصلی الامام العید فاما اھل السواد فیذبحون بعد الفجر (ھدایہ ج ۴ ص ۴۲۸)**

قربانی کا وقت عید الاضحیٰ کے دن طلوع فجر کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔ البتہ شہریوں کیلئے جائز نہیں کہ وہ امام کے عید کی نماز پڑھ کر فارغ ہونے سے پہلے ذبح کریں ہاں دیہاتی پو پھٹنے کے بعد ذبح کریں۔ اور دلیل یہ دی ہے: **ان ھٰذا الشرط فی حق من علیه الصلوٰۃ وھو المصری دون اھل السواد** . نماز عید

کے بعد قربانی کرنے کی شرط اس شخص کے حق میں ہے جسکے ذمہ نمازِ عید ہے اور وہ صرف شہری ہے نہ کہ دیہاتی

شہری اور دیہاتی کی الگ الگ شریعت: حالانکہ نبی ﷺ نے اعلان فرمایا:

من صلی صلاتنا ووجه قبلتنا ونسک نسکنا فلایذبح حتی نصلی (مسلم ج ۲ ص ۱۵۴)

جو ہمارے جیسی نماز پڑھتا ہے وہ ہمارے قبلہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور ہماری طرح قربانی کرتا ہے وہ ہمارے عید کی نماز پڑھنے سے پہلے قربانی نہ کرے اس میں شہری اور دیہاتی کا کوئی امتیاز نہیں اگر ہے تو پھر ذیل کی حدیث میں بھی امتیاز ماننا پڑیگا۔ فرمایا: **من صلی صلاتنا واستقبل قبلتنا اکل ذبیحتنا فذالک المسلم الذی له ذمة اللّٰه ورسوله فلا تخفروا اللّٰه فی ذمته.** (بخاری)

جو ہمارے جیسی نماز پڑھے ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے پس یہ مسلمان ہے اس کے لئے اللہ اور رسول ﷺ کا ذمہ ہے۔ پس تم (اسے ستا کر) اللہ کے عہد کو نہ توڑو۔

اهل دیہات پر قربانی: سوال یہ ہے کہ جب ان کے نزدیک اہل دیہات کیلئے نماز عید ہی سے جائز نہیں تو ان پر قربانی کیسے واجب ہوگئی یعنی انہیں صرف وقت کی پابندی سے کیوں مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ سرے سے قربانی سے ہی کیوں نہیں مستثنیٰ کر دیا گیا۔ پھر انہیں یہ کس نے بتلا دیا ہے کہ قربانی کا وقت طلوع فجر کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔ جبکہ عید کی نماز کا وقت بالاتفاق سورج بلند ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور قربانی کا وقت بالاتفاق عید کی نماز کے بعد شروع ہوتا ہے۔ کیا ان کے پاس قرآن وحدیث کے علاوہ بھی شریعت معلوم کرنے کے کوئی ذرائع ہیں؟

غیر مکلف: حنفیوں کے اکثر مسائل کا یہی عالم ہے۔ اہل حدیث دراصل زیادتی کرتے ہیں جو ان سے دلیل کا مطالبہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنی بات کو قرآن وحدیث سے ثابت کرو۔ یہ **تکلیف ما لا یطاق** دینے والی بات ہے۔ کیونکہ انکے پاس اول تو دلیل ہوتی نہیں۔ اگر بالفرض ہو بھی تو وہ دینے کے مجاز نہیں۔ کیونکہ یہ قرآن وسنت کے مکلف ہی نہیں۔ اصول فقہ حنفی کی ایک مشہور کتاب میں لکھا ہے: **اما المقلد فمستنده قول مجتهده (مسلم الثبوت)** مقلد کے لئے دلیل صرف اس کے امام کا قول ہے بلکہ سچ پوچھئے تو کتاب وسنت ان کے لئے شجرہ ممنوعہ ہیں مولانا محمود الحسن دیوبندی فرماتے ہیں: **یجب علینا**

تقلید امامنا ابی حنیفة (تقریر ترمذی) ہم پر اپنے امام ابوحنیفہؒ کی تقلید ہی واجب ہے۔ مولانا تقی عثانی فرماتے ہیں: اگر ایسے مقلد کو اختیار دے دیا جائے کہ وہ کوئی حدیث اپنے امام کے مسلک کے خلاف پا کر امام کے مسلک کو چھوڑ سکتا ہے تو اس کا نتیجہ شدید افراتفری اور سنگین گمراہی کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ (تقلید کی شرعی حیثیت ص ۸۷)

تو جو اہلحدیث مقلد حضرات سے قول امام کے علاوہ کسی دلیل کا مطالبہ کرتے ہیں تو وہ انہیں خواہ مخواہ گنہگار کرنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ اس لئے انہیں اپنے مؤقف سے ہٹنا پڑتا ہے اور اپنے تقلیدی مذہب سے غداری کرنا پڑتی ہے۔ یہ لوگ صرف اس بات کے پابند نہیں ہیں کہ قول امام کو نہ چھوڑیں بلکہ اس بات کی پابندی بھی ان پر لازم ہے کہ قرآن وسنت سے مکمل پرہیز کریں کیونکہ تقلید نام ہے: **العمل بقول الغیر من غیر حجة (مسلم الثبوت)** کسی دلیل کے بغیر غیر کی بات (قول امام) پر عمل کرنے کا ___ مقلد کا دلیل دینا تقلید کی موت پر دستخط کرنے کے مترادف ہے جو مقلدین تقلید کی نزاکتوں کو نہیں سمجھتے اور اہلحدیث کی دیکھا دیکھی دلائل کے میدان میں قدم رکھ دیتے ہیں وہ گویا تقلید کو موت کے گھاٹ اتار دینے کے بعد اس میں جان ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دلائل دینے کی پوزیشن میں نہیں ہوتے۔ البتہ تیار ضرور کر لیتے ہیں اور پھر جو قطع و برید اور حرکتیں اس سلسلہ میں کرتے ہیں وہ منظر بڑا دلخراش ہوتا ہے۔ اس کی کچھ جھلکیاں آپ کو اس پمفلٹ میں بھی نظر آئیں گی۔ ان شآء اللہ العزیز **ایام معدودات:** قرآن مجید میں ہے: **واذکر اللہ فی ایام معدودات** اس کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: **الایام المعدودات ایام تشریق اربعة ایام النحر وثلاثة بعده (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۴۵)**

ایام معدودات سے مراد ایام تشریق ہیں اور یہ چار ہیں یوم الاضحیٰ اور تین دن اس کے بعد آگے لکھا ہے (ترجمہ) اسی طرح مروی ہے کہ ابن عمرؓ ابن زبیرؓ، ابوموسیٰؓ، عطارؒ، مجاہدؒ، عکرمہؒ، سعید بن جبیرؒ، ابو مالک، ابراہیم نخعی، یحییٰ بن ابی کثیر، حسن قتادہ، سدی، زہری، ربیع بن انس، ضحاک، مقاتل بن حیان، عطا خراسانی، مالک بن انسؒ وغیرہم رحمہم اللہ سے۔ البتہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ تین دن ہیں یوم الاضحیٰ اور دو دن بعد اس کے۔ ان تین دنوں میں جب چاہو قربانی کر لو۔ افضل پہلا دن ہے۔ مگر پہلا قول زیادہ مشہور ہے اور ظاہر آیت اسی کی متقاضی ہے۔

ایام معلومات: اس کے جواب میں حنفی بھائی فرماتے ہیں کہ حضرتِ عبداللہ بن عباسؓ سے تو

ایامِ معلومات (سورہ حج آیت نمبر ۲۸) کی تفسیر ایام العشر یعنی ذوالحج کے پہلے دس دن بھی مروی ہے۔ (بخاری ص ۱۳۲) وابن کثیر ج ۳ ص ۲۱۶) اور یہ تفسیر نبی ﷺ سے بھی مرفوعاً ثابت ہے۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے سورج دن کو چمکتا ہے تو دوسرا کہے تم غلط کہتے ہو چاند تورات کو چمکتا ہے بات ایام معدودات کی ہو رہی ہے نہ کہ ایام معلومات کی نیز یادر ہے۔ عبداللہ بن عباسؓ سے بیشک ایام معلومات کی یہ مذکورہ تفسیر مروی ہے۔ **الایام المعلومات یوم النحر وثلاثة ایام بعده** (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۱۷)

ایام معلومات یوم الاضحیٰ اور اس کے بعد تین دن ہیں اس لئے کوئی بعید نہیں کہ ایام معلومات سے بھی ایام تشریق ہی مراد ہوں۔ سیاق وسباق سے بھی یہ ہی تفسیر راجح معلوم ہوتی ہے۔ علامہ صنعانیؒ فرماتے ہیں:

لا خلاف بينهم ان الايام المعدودات هى ايام التشريق و انها ثلاثة ايام بعد يوم النحر..... وانما اختلفوا فى الايام المعلومات على القولين (سبل السلام ج ۴ ص ۹۲) اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ ایام معدودات سے مراد ایام تشریق ہی ہیں۔ اور یہ تیرھویں ذی الحج تک ہیں۔ البتہ ایام معلومات کی تفسیر میں دو قولوں کے درمیان اختلاف ہے۔

آثار صحابہؓ: ہدایہ کی یہ عبارت ملاحظہ ہو۔ **وهى جائزة فى ثلاثة ايام يوم النحر ويومان بعده وقال الشافعى ثلاثة ايام بعده لقوله عليه السلام ايام التشريق كلها ايام ذبح ولنا ماروى عن عمرو على ابن عباس رضى الله عنهم قالوا ايام النحر ثلاثة افضلها اولها** (ج ۴ ص ۳۷۸)

قربانی کرنا تین روز جائز ہے یعنی عید الاضحیٰ اور دو دن اس کے بعد _____ امام شافعیؒ کہتے ہیں تین دن اس کے بعد کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایام تشریق سب ذبح کے دن ہیں اور ہماری دلیل حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول ہے کہ قربانی کے دن تین ہیں افضل پہلا دن ہے۔

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ صاحبِ ہدایہ کو اپنے مسلک کی تائید کیلئے کوئی حدیث نہیں ملی۔ صرف مذکورہ صحابہ کرامؓ کے اقوال ملے ہیں جن کے بارے میں خود ہدایہ کے بین السطور میں لکھا ہے: غریب جداً، یہ اقوال ناپید ہیں۔ تین دن کا قول امام نوویؒ نے بھی حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے بارے

میں لکھا ہے۔قلت غریب جداً (نصب الرایہ ج۲ص۲۱۲)

حافظ ابن حجرؒ درایہ میں فرماتے ہیں:

اماعمر فلم اره واما علی فذکره مالک فی المؤطا عنه بلاغا واما ابن عباس فلم اجده لکن فی المؤطا عن نافع عن ابن عمر انه کان یقول الاضحٰی یومان بعد یوم النحر

حضرت عمرؓ اور ابن عباسؓ کا قول نہیں مل سکا۔حضرت علیؓ کا قول مؤطا میں بلا سند موجود ہے لیکن حضرت ابن عمرؓ سے مؤطا میں روایت ہے کہ قربانی عید کے بعد دو دن تک ہے یعنی صاحب ہدایہ نے اپنے مسلک کی حمایت میں جن تین صحابہ کرام کا نام لیا ہے ان میں سے دو کا قول تو ثابت نہیں صرف حضرتِ علیؓ سے ثابت ہے وہ بھی متصل سند کے ساتھ نہیں۔البتہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ثابت ہے لیکن حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اس کے برعکس بھی ثابت ہے۔**والایام المعدودات ثلاثة ایام بعد یوم النحر هٰذا سناد صحیح الیه** (تفسیر ابن کثیر ج۳ص۲۱۷) ایام معدودات تین دن ہیں یوم الاضحیٰ کے بعد۔اس کی سند صحیح ہے۔بلکہ حضرت علیؓ سے بھی چار دن کی قربانی کا ثبوت موجود ہے۔(شرح مسلم نووی ج۲ص۱۵۳)

علامہ ابن حزمؒ فرماتے ہیں: **لایصح شی ء من هٰذا کله الاعن انس وحده** (محلی ج۷ص۳۶۶) بارہویں تک قربانی کے بارہ میں فقط ایک صحابی حضرت انسؓ کا قول صحیح ثابت ہے۔

احتیاطی فتویٰ: آج کل کے حنفی علماءِ کرام چوتھے دن کی قربانی کو بڑا جرم خیال کرتے ہیں اور اس پر یوں حیرت کا اظہار کرتے ہیں جیسے کوئی بہت بڑی بدعت سرزد ہوگئی ہو کوئی انہونا واقعہ ہو گیا ہو جیسے اس سے پہلے یہ کام کسی نے نہ کیا ہو یا یہ کسی کا مذہب نہ رہا ہو۔حالانکہ خود صاحب ہدایہ اعتراف کرتے ہیں کہ **وفی الاخبار تعارض فاخذنا بالمتیقن وهو الاقل** ج۴ ص ۳۷۹ دلائل متضاد ہیں (یعنی تین دن اور چار دن دونوں کو ثبوت ہے) لہٰذا ہم نے یقینی بات اختیار کر لی ہے اور وہ کم تعداد یعنی تین دن ہیں۔بین السطور میں اس جملے کی وضاحت احتیاطاً سے کی گئی ہے۔غور فرمایئے فقہ حنفیہ کی سب سے معتبر ترین کتاب کے مصنف تین دن کی قربانی کو صرف احتیاطی امر قرار دیتے ہیں اختلاف ہونا دوسری بات ہے تاہم میں سمجھتا ہوں اس عبارت میں نہایت صاف گوئی سے کام لیا گیا ہے۔اگر آج کے حنفیہ اسی طرح اپنا مسلک پیش کریں تو مزید

بحث کی گنجائش نہیں رہتی مگر یہاں تو مدعی سست اور گواہ چست والا معاملہ ہے۔ یہ لوگ فقہ کے ہر مسئلے کو اپنے مسلک کی بنیاد بنا کر یوں لڑنا شروع کر دیتے ہیں جیسے ان کا ایک مسئلہ بھی اگر اپنی جگہ سے ہل گیا تو شائد فقہ حنفی کی ساری عمارت دھڑام سے نیچے آ جائے گی۔ اصل میں اب ان کو وہم بہت ہو گیا ہے۔ کیونکہ زمین انکے نیچے سے نہایت تیزی کے ساتھ کھسک رہی ہے۔

حدیث : مصنف ہدایہ نے امام شافعیؒ کی تائید میں جو حدیث بیان کی ہے اس پر انہوں نے کوئی تنقید نہیں کی۔ البتہ حافظ ابن حجرؒ نے درایہ میں فرمایا ہے کہ یہ جبیر بن مطعمؓ سے مروی ہے اور یہ مسند احمد، ابن حبان، بزار، دار قطنی، بیہقی، ابن عدی اور ابن ابی حاتم میں مختلف سندوں سے مروی ہے اور اس کی ہر سند میں کوئی نہ کوئی نقص ہے۔

جمہور کا مسلک : البتہ فتح الباری میں حافظ ابن حجرؒ چار روز کی قربانی کو جمہور کا مسلک قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: **وحجة الجمهور حديث جبير بن مطعم رفعه فجاج منىٰ منحروفی كل ايام التشريق ذبح اخرجه احمد لكن فی اسناده انقطاع ووصله الدار قطنی ورجاله ثقات** (ج ۲۳ ص ۳۲۵) جمہور کی دلیل جبیر بن معطم کی مرفوع حدیث ہے کہ تمام منیٰ قربان گاہ ہے اور تمام ایام تشریق ذبح کے دن ہیں۔ مسند احمد نے اسے بیان کیا لیکن اس کی سند منقطع ہے دار قطنی نے اسے موصول بیان کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

علامہ ہیثمی اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں: **رواه احمد وروى الطبرانی فی الاوسط عنه ايام التشريق كلها ذبح ورجال احمد ثقات (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۴)** اسے احمد اور طبرانی نے اوسط میں بیان کیا ہے اور مسند احمد کے راوی ثقہ ہیں۔

امام ابن تیمیہؒ : امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: **هذه الطرق التی روی بها كلها منقطعات لكن رواه ابن حبان فی صحيحه موصولا بنحو هذا لمتن.** (منتقی الاخبار مصری ج ۲ ص ۳۰۸) اس کے تمام طرق منقطع ہیں۔ ابن حبان نے اسے موصول بیان کیا ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل صاحب سلفیؒ : چار دن قربانی والی حدیث کے متعلق حضرت الاستاذ شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل صاحب سلفی رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: تمام طرق میں کچھ نہ کچھ نقص ہے مگر اس کے باوجود مجموع طرق سے ثابت ہوتا ہے کہ حدیث کی کچھ نہ کچھ حقیقت ضرور ہے اس لیے آئمہ حدیث کا رجحان اسی طرف ہے کیونکہ باقی مسلک یا تو بالکل بے دلیل ہیں یا انکی بنیاد محض آثارِ صحابہ پر ہے۔ چنانچہ احناف کے مسلک کا بالکل یہی حال ہے اور پھر ان آثار میں غرابت بھی ہے۔(ہفت روزہ الاعتصام ۲۷ اگست ۱۹۵۴ء)

امام شافعیؒ : امام شافعی فرماتے ہیں **نحر النبی ﷺ وضحی فی النحر فلما لم یحظر علی الناس ان یضحوا بعد یوم النحر بیوم اوبیومین لم نجد الیوم الثالث مضاد اللیومین قبلہ لانہ ینسک فیہ ویری کماینسک ویرمی فیہ فان قیل فھل فی ھذامن خبر قیل نعم عن النبی ﷺ فیہ دلالۃ سنۃ** _____(کتاب الام ج ۲ ص ۱۹۱)

نبی ﷺ نے عید کے روز قربانی فرمائی پھر گیارہویں اور بارہویں کو آپ نے قربانی سے نہیں روکا تو تیرہویں جو ہے یہ پہلے دو دنوں سے مختلف نہیں ہے جو مناسک حج ان میں ادا ہوتے ہیں سو اس میں ادا ہوتے ہیں۔ اگر کوئی پوچھے کیا اس بارے میں کوئی حدیث بھی ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ ہاں نبی ﷺ سے ثابت ہے۔

امام ابن قیمؒ : حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ قربانی کے دن یوم الاضحیٰ اور تین دن اس کے بعد ہیں یہی مذہب ہے اہل بصرہ کا۔ امام حسن بصریؒ کا اہل مکہ کے امام عطاؒ بن ابی رباحؒ کا اہل شام کے امام اوزاعیؒ کا فقہائے اہلحدیث کے امام شافعیؒ کا اور اسی کو پسند کیا ابن منذرؒ نے نیز گیارہویں ، بارہویں، تیرہویں، تینوں دن منیٰ کے ہیں رمی کے ہیں اور تشریق کے ہیں اور ان میں روزہ رکھنا حرام ہے ان سب احکام میں یہ بھائی ہیں لہٰذا قربانی کے معاملہ میں تیرہویں تاریخ کو بغیر نص کے اور بغیر اجماع کے کیسے جدا کیا جا سکتا ہے؟ حضرت جبیر بن مطعمؓ اور حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ پورا منیٰ قربانی کی جگہ ہے اور تمام ایام تشریق کے دن ہیں۔ یہ دونوں سندیں ایک دوسرے کے لئے تقویت کا باعث ہیں۔ جبیر بن مطعمؓ والی روایت میں انقطاع ہے اور جابرؓ والی حدیث میں بقول یعقوب بن سفیان، اسامہ بن زیدؓ

ثقہ ہیں۔ جامعہ اسلامیہ کے محترم استاذ حافظ محمد الیاس اثری صاحب نے اپنی حالیہ تصنیف "القول الا نیق فی توضیح ایام التشریق میں ان تمام اعتراضات کا مفصل جواب دیا ہے جو جبیر بن مطعمؓ والی روایت کی سند پر کئے جاتے ہیں اور اسے صحیح ثابت کیا ہے۔

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا: حنفیوں کے پاس چونکہ تین دن کی قربانی کی کوئی دلیل نہیں نہ قدمائے حنفیہ کو ایسی کسی حدیث کا سراغ ملا۔ البتہ متاخرین نے زور لگا کر ایک حدیث ڈھونڈ نکالی ہے جو بقول ان کے تین دن کی قربانی پر نص ہے اس کے مطالعہ سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ اس کا مسلک کتنا کمزور اور کھوکھلا ہے اور ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے مصداق ہے۔

سلمہ بن اکوعؓ کی روایت: حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: **من ضحی منکم فلا یضحن بعد ثالثۃ وفی بیتہ شیء فلما کان العام المقبل قالوا یارسول اللہ نفعل کما فعلنا العام الماضی قال کلوا واطعموا وادخروا فان ذالک العام کان بالناس جھد فاردت ان تعینو فیھا (بخاری ص ۸۳۵)**

تم میں سے جو قربانی کرے تو تیسرے دن کے بعد اس کے گھر میں اس سے کوئی چیز نہیں ہونی چاہئے۔ اگلے سال لوگوں نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ کیا اب بھی یہی حکم ہے؟ فرمایا کھاؤ کھلاؤ اور ذخیرہ کرو۔ پچھلے سال تکلیف تھی اس لیے میں نے ارادہ کیا تھا کہ تم اس میں تعاون کرو۔

استدلال: اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ جب تیسرے دن کے بعد گھر میں حضور ﷺ نے گوشت رکھنے سے منع فرمادیا تو تیسرے دن کے بعد قربانی کیسے جائز ہو سکتی ہے؟

موزوں پر مسح: یہ استدلال کئی لحاظ سے کمزور ہے کیونکہ حکم صرف یہ تھا کہ تین دن سے زیادہ گھر میں گوشت نہیں رکھنا چاہیے یہ نہیں کہ تین دن کے بعد قربانی ہی نہیں کرنی چاہیے۔ ورنہ یہ استدلال بالکل ایسے ہی ہوگا جیسے کوئی صاحب مندرجہ ذیل حدیث سے سفر کے تین دن ہونے پر استدلال کرنے پر بیٹھ جائیں۔

کان رسول اللہ ﷺ یامرنا اذا کنا سفرا ان لاننزع خفافنا ثلاثۃ ایام ولیالیھن (ترمذی، نسائی

ہمیں نبی ﷺ حکم دیتے تھے کہ ہم سفر کے دوران میں تین روز تک موزے نہ اتاریں۔خود حنفیہ پندرہ روز تک ٹھہرنے کو مسافرت خیال کرتے ہیں۔

ایک نکتہ : ایک محقق وقت نے یہ نکتہ اٹھایا کہ قربانی والی حدیث میں فوق یا بعد کا ذکر ہے جبکہ موزوں والی حدیث میں ایسے الفاظ نہیں لہٰذا یہ قیاس مع الفارق ہے، بہت خوب میں پوچھتا ہوں اگر کوئی کہے تم یہ کام تین دن تک کر سکتے ہو یا تین دن سے اوپر نہیں کر سکتے تو کیا ان دونوں فقروں میں کوئی فرق ہے؟

مہاجر کیلئے اقامت ِمکّہ: اسی سے ملتی جلتی دوسری مثال لیجئے۔نبی علیہ السلام نے فرمایا:

للمهاجر اقامة ثلاث بعد الصدر بمكة كانه يقول لايزيد عليها (عن علاء بن الحضرمی. مسلم ج ۱ ص ۴۳۷)

حج سے فارغ ہو کر مہاجر کو مکہ میں تین دن قیام کی اجازت ہے گویا آپ کا مطلب یہ تھا کہ اس سے اوپر نہ ٹھہرے۔اس سے معلوم ہوا صحابیؓ نے ثلاث اور علی ثلاث میں کوئی فرق محسوس نہیں کیا۔شافعیہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ تین دن سے اوپر قیام کرنے والا مسافر کے حکم میں نہیں رہیگا۔باوجود اس کے کہ یہ استدلال حنفیہ کے قربانی والے استدلال سے زیادہ قوی ہے حنفہ کو بجا طور پر اس پر اعتراض ہے اور ان کا مذہب پندرہ دن کا ہے۔

اول روز قربانی : نیز گزارش ہے سلمہ بن اکوعؓ والی حدیث میں اگر تیسرے دن سے مراد صرف بارہویں تاریخ لی جائے تو اس کا قدرتی مطلب یہ ہوگا کہ قربانی فقط یوم النحر کو جائز ہو کیونکہ قربانی کرنیوالا یوم النحر کو قربانی کریگا تو تب ہی بارہویں تک گوشت رکھنے کا مجاز ہوگا۔یعنی جو شخص تین دن تک گوشت زیر استعمال لانا چاہتا ہے وہ پابند ہے کہ لازماً پہلے دن قربانی کرے۔مگر فقط یوم النحر کی قربانی نہ حنفیہ کا مسلک ہے نہ کوئی ایسی دلیل ہے کہ نبی ﷺ نے ایسا حکم دیا تھا۔اگر دیا تھا تو اس کا ناسخ معلوم ہونا چاہیے تھا اگر ناسخ معلوم نہیں تو ثابت ہوا کہ تین دن کی قربانی سے ایک دن کی قربانی والا مسلک زیادہ مضبوط ہے اور بقول ان کے نص ہے جیسا کہ یہ ابن سیرینؒ وغیرہ کا مذہب ہے۔

سارا سال قربانی: اور اگر تینوں دن قربانی جائز سمجھی جائے تو پھر جس نے بارہ تاریخ کو قربانی کی اس کا تیسرا دن چودہویں تاریخ بنتی ہے تو انکا اصول یہ ہے کہ جب تک گوشت رکھنا جائز ہے تب تک قربانی جائز

ہے لہٰذا معلوم ہوا چودھویں تاریخ کو بھی قربانی جائز ہو گئی۔

بلکہ آئندہ سال جب نبی ﷺ نے حسب سابق گوشت ذخیرہ کرنے کی اجازت دے دی تو ان کے اصول کے مطابق سارا سال ہی قربانی کی اجازت ہونی چاہئے۔ جیسا کہ صدقۃ الفطر کے سلسلے میں انکا مذہب ہے واما ادائها فجميع العمر عند عامة مشائخنا رحمهم الله (فتاویٰ عالمگیری ج ا ص ۱۹۲) ہمارے عام مشائخؒ کے نزدیک ساری عمر فطرانہ ادا کرنے کا وقت ہے۔

منسوخ: نیز عرض ہے کہ سلمہ بن اکوعؓ والی حدیث اگر تین دن کی قربانی پر نص ہے تو اس حدیث کے اگلے الفاظ میں اس کی منسوخیت کا تذکرہ بھی ہے اگر منسوخ باتوں سے استدلال شروع کر دیا جائے تو پھر بہت کچھ جائز ہو جائے گا۔

ستم ملاحظہ فرمایئے، کہتے ہیں یہ ساری حدیث منسوخ نہیں صرف یہ ایک جز منسوخ ہے کہ قربانی کرنیوالا تین دن سے زیادہ گوشت نہیں رکھ سکتا یہ منسوخ نہیں کہ قربانی صرف تین روز تک ہے حالانکہ اس چیز کا ذکر سرے سے حدیث شریف میں ہے ہی نہیں۔ خواہ مخواہ ایک فرضی مفہوم کو بیچ میں گھسیڑ دیا اور پھر اسے غیر منسوخ بھی قرار دے ڈالا یعنی حضور ﷺ نے جو فرمایا تھا وہ تو منسوخ ہو گیا مگر انہوں نے جو کہا وہ منسوخ نہ ہوا۔ بھلا یہ جائز عمارت جس عمارت پر مبنی تھی وہ نہ رہی تو یہ ہوا میں کیسے معلق رہ گئی۔

مطلب: اس بحث سے دوبارہ اعتراض ابھر کر سامنے آجاتا ہے کہ اگر حدیث کا ایک خاص جزء ہی منسوخ ہے تو پھر اس مسئلہ کا ناسخ کون ہے کہ قربانی صرف پہلے دن جائز ہے۔ یا شائد اصل مقصد یہ ہے جو باتیں مطلب کی نہ ہوں انہیں منسوخ کہہ دیا جائے اور جو بات مطلب کی ہو اسے غیر منسوخ سمجھ لیا جائے۔

کس کی مانیں: کہتے ہیں یہ حدیث تین دن کی قربانی پر نص ہے۔ یہ نص پہلے تو کسی کو نہ سوجھی معلوم ہوتا ہے ان کا اجتہاد ائمہ اربعہ سے بھی زیادہ ترقی کر گیا ہے اور یہ امام ابوحنیفہؒ سے بھی زیادہ عقلمند ہو گئے ہیں_ خود ان کے مشہور علامہ ترکمانی حنفی فرماتے ہیں: **لم یصح فی هٰذا الباب عن النبی ﷺ شئ** (الجوهر النقی بر حاشیه بهیقی ج۸ ص ۲۹۷) نبی ﷺ سے اس مسئلہ میں صحت کے ساتھ کچھ بھی

مروی نہیں۔ مگر انہیں اصرار ہے کہ مروی ہے اب کوئی کس کی مانے انکی مانے یا انکے بڑوں کی مانے۔

اجماع: آخر میں چند ایسی شخصیات کا ذکر بھی کردوں جنکا مسلک چار دن کی قربانی رہا ہے تا کہ اگر کسی شیخ التقلید کے دل میں اسکے خلاف جمہور اور اجماع کا مغالطہ پایا جاتا ہے تو وہ نکل جائے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں۔ حضرت علیؓ، جبیر بن مطعمؓ، ابن عباسؓ، عطاؒ، حسن بصریؒ، عمر بن عبدالعزیزؒ، فقیہہ اہل شام سلیمان بن موسیٰ اسدیؒ، مکحولؒ، امام شافعیؒ اور داؤد ظاہریؒ وغیرہم کا یہی قول ہے۔ (شرح مسلم ج۲ص۱۵۳)

ھلاکت: اس کے باوجود جو لوگ تین دن کی قربانی پر اجماع کا دعویٰ فرماتے ہیں تو ان کی خدمت میں حافظ ابن حزمؒ کے یہ الفاظ پیش کرتا ہوں اف لکل اجماع یخرج عنه هؤلآء (محلی ج۷ص۳۷۸)
ہلاکت ہو اس اجماع کیلئے جس سے یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ عظام رحمہم اللہ خارج ہوں۔

علامہ ابن رشدؒ فرماتے ہیں: یجوز الذبح فی الیوم الرابع اذا کان من ایام التشریق ولا خلاف بینهم ان الایام المعدودات هی ایام للتشریق وانها ثلاثة بعد یوم النحر (بدایة المجتهد ج ۱ ص ۴۲۳)
چوتھے دن قربانی جائز ہے کیونکہ وہ ایام تشریق میں سے ہے۔ اس میں اختلاف نہیں کہ ایام معدودات ایام تشریق ہیں اور یہ یوم النحر کے بعد تین دن ہیں۔

دعا: اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ ہم زندگی کے یہ چند قیمتی لمحات (ایام معدودات) لڑ جھگڑ کر گزارنے کی بجائے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں بسر کرسکیں۔ آمین

وآخر دعوٰنا ان الحمد لله رب العالمين

بمصطفیٰ برسان خویش کہ دین ہمہ اوست اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

عید میلا دالنبی ﷺ کی حقیقت

سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا دین خیر خواہی کا نام ہے لہٰذا از راہ ہمدردی و خیر خواہی تمام مسلمان بھائیوں کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ میلا دالنبی ﷺ کے نام سے جس جشن کو عوام میں روشناس کرایا جارہا ہے۔ بالکل مصنوعی ہے ساختہ پاکستان ہے اور ایک دم فراڈ ہے۔ اس کا ثبوت نہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے نہ پیغمبر کی سنت میں ہے نہ صحابہ کرام کی سیرت میں ہے نہ تابعین عظام کی زندگی میں ہے اور نہ کسی امام فِقہ میں ہے اگر یہ دن منانا محبت کی نشانی، عشق نبوی ﷺ کی علامت اور ایمان کا معیار ہوتا تو اسے صدیق اکبرؓ مناتے، فاروق اعظمؓ مناتے، عثمان ذوالنورینؓ مناتے، شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ مناتے۔ محدثین مناتے، فقہائے امت مناتے۔ امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ امام زفرؒ مناتے۔ صاحب قدوریؒ صاحب ہدایہؒ صاحب شرح وقایہؒ صاحب کنزالدقائقؒ، شیخ جیلانیؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ الغرض کوئی تو مناتا۔ اس کا ثبوت تو فتاویٰ عالمگیری میں بھی نہیں ہے جس کے بارے میں خود میلادی حضرات کا مطالبہ ہے کہ اسے ملکی قانون کا درجہ دیا جانا چاہیے ابھی وہ لوگ زندہ ہے جنہوں نے ۱۲ ربیع الاول کو عید میلا دالنبی ﷺ کا نام اور سرکار سے باقاعدہ جلوس کی منظوری حاصل کی کون نہیں جانتا تقسیم سے قبل یہی لوگ اس دن کو بارہ وفات کے نام سے مناتے رہے ہیں۔ باور نہ ہو تو قبل از تقسیم انہی کی چھپی ہوئی جنتریاں اور کیلنڈر اٹھا کے دیکھ لیجئے جہاں تک محفل میلاد کا تعلق ہے اس کا آغاز بھی خیر القرون میں نہیں بلکہ ساتویں صدی ہجری کو موصل کے شہر میں مظفر الدین کوکبوری نامی ایک مسرف عیاش بادشاہ کے حکم سے ہوا تھا۔ اور اسے یہ فتویٰ ایک ملا عمر بن وحیہ ابوالخطاب نے دیا تھا ان دونوں کی شہرت اچھی نہ تھی۔ (دیکھئے ابن الخلکان اور اسماء الرجال کی کتابیں) ـــــــ یہ گڈوں پر لدے ہوئے کارٹون قسم کے مولوی نما لوگ اچھل اچھل کر شور مچاتے ہیں کہ آج شیطان ناخوش ہیں وہ اس دن کو نہیں مناتا۔ اس فتویٰ کی بھیانک تاریکی میں کیا عقیدہ قائم کیا جائیگا۔ ان بزرگان دین کے بارے میں جو اس دن کو نہیں مناتے تھے۔

آج شیطان ناخوش نہیں بلکہ بہت خوش ہے کہ اس نے اللہ کے حبیب ﷺ کی امت کو ایسی راہ پر ڈال

دیا ہے جس کی پہلے مثال نہیں ملتی۔ بقول حضرت لوط علیہ السلام اَتَاتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِيْنَ (اعراف) کیا تم ایسی بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو جو تم میں سے پہلے کسی نے نہ کی آج شیطان کی خوشی کا کیا ٹھکانا کہ وہ آنحضور ﷺ کی وفات کے دن کو پاکستانی مسلمانوں میں بطور عید رائج کر کے انہیں بیوقوف بنانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ آج شیطان خوشی سے بندروں کی طرح ناچتا اور الٹی قلابازیاں لگاتا ہو گا کہ اس نے خاتم النبین ﷺ کے لائے ہوئے دین کامل واکمل کے قلعہ میں شگاف ڈال کے رکھ دیا ہے اور اس میں ایسی بدعات گھسیڑ دی ہیں جن کا جواز نہ تھا۔

معزز حضرات: اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو خاتم النبین ﷺ ہونے کا شرف اس لئے بخشا ہے کہ اب نبیوں کی ضرورت نہیں رہی ہے اگر نئے مسئلے ڈھل سکتے ہیں تو پھر نبیوں کے آنے پر بھی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ بدعات کا وجود حضور ﷺ کے ختم المرسلین ہونے کے لئے چیلنج ہے۔ کلام پاک میں ہے: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ. (المائدہ) (آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا) اگر بدعات کی اجازت ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہے، معاذ اللہ ہمارا دین کامل نہ تھا۔ حضور ﷺ ہمیں ناقص دین دے کر چلے گئے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَالَيْسَ عَنْهُ فَهُوَ رَدٌّ'' (جو ہمارے اس دین میں نئی بات پیدا کر دے وہ مردود ہے) آپ نے ہمارے لیے دو عیدیں مقرر فرمائی ہیں (ابوداؤد) للہذا تیسری عید کا اضافہ بدعت ہے اس لیے مردود ہے شیطان بھی مردود ہے۔ مردود نشو و نما پاتے دیکھ کر مردود خوش نہیں ہو گا تو کیا ناراض ہو گا۔ کند ہم جنس باہم پرواز۔ بلدیہ والے ان عاشقوں۔ سے بہت تعاون کرتے ہیں ان کی خدمت خلق میں بصد ادب گزارش ہے کہ یہ ______ عید میلاد از قسم تجاوزات ہے تھڑے توڑ کار پوریشنوں کو غیر شرعی تجاوزات کی بھی خبر لینا چاہیے۔ دوستو! حضور ﷺ ہمارے فرمانروا ہیں جس سکے پر آپ کی مہر ثبت نہ ہو گی۔ وہ کتنا ہی خوبصورت اور حسین کیوں نہ ہو جعلی ہی قرار دیا جائے گا۔ آپ ﷺ ہمارے روحانی باپ بھی ہیں۔ دین آپ کی راہ سے آسکتا ہے جس عمل کی نسبت آپ کی طرف صحیح نہ ہو وہ ولد الحرام کے قائم مقام ہے۔ ہم نے مسئلہ کی حقیقت کو واضح کر دیا ہے۔ فیصلہ قوم کے ہاتھ میں ہے آیا انہیں خاتم النبین ﷺ کی نسبت زیادہ عزیز ہے یا ان ختم خواں مولویوں کی رضا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نقش قدم پر چلنے کی سعادت نصیب فرمائے (آمین) کیونکہ یہی اصل ایمان ہے اور یہی صحیح ثبوت ہے۔

غیر اہلحدیث کی گالیوں کے جواب میں

تقلید پر نزع کا عالم: تقلید کا زور ٹوٹ رہا ہے سمجھدار لوگ اس سے کنی کترانے لگے۔ بستیوں میں جمعے ہو رہے ہیں۔ عورتوں کو مسجدوں میں آنے کی اجازت مل گئی ہے۔ غائبانہ نماز جنازہ پڑھی جانے لگی ہے۔ احناف کی مساجد آٹھ تراویح کے بعد دو تہائی سے زیادہ خالی ہو جاتی ہیں۔

مسجدوں میں دوبارہ جماعتیں ہونے لگی ہیں۔ تین طلاق کے مسئلے پر حنفی علماء خود اپنے مقتدیوں کو اہلحدیثوں کے پاس جانے کا مشورہ دینے لگے ہیں۔ حلالے کے علمبردار کو حلالہ کا مسئلہ بتلاتے ہوئے گھبراہٹ محسوس ہونے لگی ہے اب انہیں مفقود الخبر کی بیوی کے بارے میں نوے برس کی عدت بتلانے میں شرم آنے لگی ہے بلکہ تقلید کے مبلغین ہر مسئلے پر تحقیق کے میدان میں قدم رکھ چکے ہیں جو تقلید کی عین ضد ہے۔ الغرض تقلید پر نزع کا عالم طاری ہے وہ جانکنی کے عذاب میں مبتلا ہے اور بچنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہی ہے۔

تقلید کے محافظ اُسے آکسیجن لگا کر زندہ رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور اسے ایسا خون دے رہے ہیں جس کا نمبر اس گروپ سے نہیں ملتا۔ جب کوئی صورت کارگر ثابت نہیں ہوتی تو غصہ نکالنے کے لیے پڑوسیوں کو گالیاں دینا شروع کر دیتے ہیں۔

حنفی علماء کرام: شہر گوجرانوالہ میں پہلے بھی حنفی علماء کرام رہتے تھے مثلاً استاذ العماء حضرت مولانا محمد چراغ صاحب، حضرت مولانا عبدالواحد صاحب، حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب، حضرت

مفتی خلیل احمد صاحب وغیرہ ہم رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔۔۔مگر وہ شریف آدمی تھے اختلافات کے علی الرغم اہلحدیثوں کے ساتھ ان کے دوستانہ مراسم اور گہرے روابط تھے۔اور جب سے گوجرانوالہ کے اقلیم حنفیت میں چھپڑ والی مسجد کے سواتی برادران کی اجارہ داری ہوئی ہے ماحول خراب ہوگیا ہے۔رئیس المقلدین حضرت مولانا سرفراز صاحب صفدر اہلحدیثوں کو خود بھی گالیاں دیتے ہیں۔بیٹوں سے بھی دلواتے ہیں۔
بقول جناب حکیم محمود صاحب ''خوب صف دری فرمائی جارہی ہے'' اگر ان گالیوں کا ہدف ہم جیسے گنہگار ہی رہتے تو کوئی بات نہ تھی۔دکھ اس بات کا ہے کہ انہوں نے احادیث پیغمبر ﷺ تک کو معاف نہ کیا۔محدثین عظامؒ ان کا تختہ مشق بننے سے محفوظ نہیں رہ سکے۔ملاحظہ فرمائے۔

مولانا سرفراز صفدر صاحب: مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ کے صدر مدرس وشیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز صاحب صفدر ارشاد فرماتے ہیں۔۔۔۔ایک حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز کا اتمام اور تکمیل یہ ہے کہ جوتوں میں نماز پڑھی جائے (اہلحدیث کو چاہیے) کہ جوتے پہن کر جماعتی رنگ میں اس مردہ سنت کو زندہ کر کے سوشہیدوں کا مرتبہ حاصل کرنے کی کوشش کریں (کیونکہ یہ لوگ حدیث پر عمل کے دعویدار ہیں) اور ملاحظہ کریں کہ جہلاء پاپوش (جوتوں) سے ان کی کیسے تواضع کرتے ہیں اور دیکھیئے کہ **لاکلوا من فوقهم ومن تحت ارجلهم** کا کیسا نظارہ آتا ہے اور لطف تو یہ ہے کہ فریق ثانی کے اکثر افراد ننگے سر نماز پڑھتے ہیں اور یہ سنت تو ایسی ہے کہ مضبوط پشاوری کلمہ رکھے بغیر تازہ نہیں کی جاسکتی۔(احسن الکلام جلد۲ صفحہ ۴۲)

یہ قرآن مجید کے ساتھ بھی نہایت بے ہودہ مذاق ہے اور حدیث شریف کے ساتھ بھی۔جوتوں سمیت نماز حنفیہ سمیت سب کے نزدیک جائز ہے۔خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جوتے پہن کر نماز پڑھنا ثابت ہے (عن انس بن مالک بخاری صفحہ ۵۶) حنفی محشی بین السطور میں لکھتے ہیں **اذا لم یکن بهما نجاسته فلا باس بالصلوٰة فیهما**۔جوتے پاک ہوں تو ان میں نماز پڑھنا جائز ہے چنانچہ نماز جنازہ اکثر لوگ مع جوتوں کے پڑھ لیتے ہیں۔مولانا سرفراز صاحب اس حدیث کا کھل کر انکار فرمادیں تو ہمیں انشاءاللہ یہ سنت زندہ کرنے میں تامل نہیں ہوگا اور جوتے انشاءاللہ انہی کو پڑیں گے۔جو حدیث شریف کا انکار کریں گے۔

اعوان صاحب: جناب مولانا سرفراز صاحب کے ایک شاگرد جانباز اعوان صاحب اپنے رسالہ ''ڈھول کا پول'' میں تحریر فرماتے ہیں۔

غیر مقلدین کا اعلان: فاتحہ خلف الامام نہ پڑھنا ثابت کرنے والوں کو منہ مانگا انعام دیں گے۔۔۔۔جواب میں لکھتے ہیں منہ مانگے انعام میں بہت کچھ آجاتا ہے۔اپنے قریبی ہمسفر سے مشورہ کرلیں کہیں پچھتانا نہ پڑے صفحہ ۸ بندہ اس پر کچھ تبصرہ کرنے سے معذرت خواہ ہے۔برتن سے وہی کچھ چھلکتا ہے جو اس کے اندر ہوتا ہے۔ان کے ہاں اس فقرے کا عرف یہی ہوگا۔یہ شاید آپس میں انعامات اسی طرح لیتے دیتے ہوں گے۔

قاضی عیسیٰ صاحب: مدرسہ نصرۃ العلوم کے مفتی قاضی عیسیٰ صاحب نے ایک رسالہ لکھا ہے ''ردّ ہفوات غیر مقلدین'' جس میں اہلحدیث کے بارے میں لکھتے ہیں۔غیر مقلدین ایسے ہیں جیسے ہندوؤں میں آریہ۔رافضی غیر مقلدین چھوٹے رافضی ہیں۔(صفحہ ۱۰)

محمد امین صاحب اوکاڑوی: غیراہلحدیث کے مناظر مولانا محمد امین اوکاڑوی صاحب نے ایک رسالہ لکھا ہے ''غیر مقلدین کو فقہ کے دوسو مسائل جو بقول ان کے مولانا وحید الزمان صاحب کی کتاب ''نزول الابرار من فقہ النبی المختار'' سے نقل کیے گئے ہیں۔لکھتے ہیں اس کتاب کو غیر مقلدین کے علاوہ کسی نے بھی قبول نہیں کیا انہیں اس بات سے بھی انکار ہے کہ مولانا موصوف پہلے حنفی تھے۔دوسو مسائل بیان کرنے کے بعد آخر میں غیر مقلدین سے پوچھتے ہیں کیا سکھوں نے اپنے گرو یا مرزائیوں نے اپنے نبی کی طرف ایسی خرافات منسوب کیں یا یہ صرف لامذہبوں کا ہی حصہ ہے۔

مولانا وحید الزمان صاحب: بندہ نے مطالعہ کے لیے کہیں سے حیات وحید الزمان حاصل کی ہے جسے مولانا عبدالحلیم چشتی صاحب حنفی نے لکھا ہے اور نور محمد اصح المطابع کراچی والوں نے چھاپا۔ اس میں ان کی ۲۶ تصنیفات کا ذکر ہے مگر نزول الابرار کا کہیں ذکر نہیں۔واللہ اعلم۔اس کی کیا وجہ ہے باوجود

تلاش کے مجھے کسی اہلحدیث عالم سے اس کا کوئی نسخہ نہیں مل سکا۔ سچ پوچھیے تو بندہ نے اس کا نام ہی پہلی باران سے سنا ہے۔ اب ایک مکتبہ میں دیکھی ہے جسے لاہور کے کسی حنفی ادارے نے شائع کیا ہے۔ اس لیے احناف کے پاس لازماً یہ کتاب ہوگی۔ اور اوکاڑوی صاحب کا یہ فرمانا کہ اس کتاب کو صرف غیر مقلدین نے قبول کیا ہے عجیب بات ہے۔ حیات وحید الزمان کے صفحہ ۱۰۰ پر مولانا کا مسلک کے عنوان سے لکھا ہے: ۔مولانا وحید الزمان کا خاندان چونکہ حنفی تھا اس لیے اوائل عمر میں مولانا کو حنفی مسلک سے بڑا شغف رہا۔

یہی وجہ ہے کہ شیخ مسیح الزمان (والد بزرگوار) کے ایماء سے جس کتاب کا پہلے ترجمہ کیا وہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب شرح الوقایہ تھی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد حیدر آباد دکن میں اس کی اُردو میں نہایت مبسوط شرح لکھی جس میں غیر مقلدین کے تمام اعتراضات کا تارد پود بکھیر اور مسلک احناف نہایت محکم دلائل سے ثابت کیا ہے اور اسی غرض سے اصول فقہ کی مشہور کتاب نورالانوار کی حدیثوں کی تخریج پر ایک رسالہ لکھا جس میں بتایا ہے کہ اصول فقہ کا دارو مدار حدیث پر ہے محض قیاس پر نہیں۔ عقائد میں بھی پورے پورے ماتریدی ہیں۔ چنانچہ علامہ تفتازانی کی شرح العقائد النسفیہ کی احادیث کی تخریج کی۔ مگر بعد میں اپنے برادر بزرگ مولانا بدیع الزماں کی صحبت اور حدیث کی کتابوں کے ترجمہ کی وجہ سے غیر مقلد بن گئے تھے۔ چنانچہ محمد حسن لکھنوی کہتے ہیں اوائل عمر میں آپ مقلد تھے اور مقلد بھی نہایت متعصب۔ چنانچہ ترجمہ شرح وقایہ کے دیکھنے سے صاف یہ امر معلوم ہوتا ہے لیکن جوں جوں تحقیق آپ کی بڑھتی گئی تقلید کا مادہ گھٹتا گیا۔ اور اب آپ سچے متبع کتاب وسنت ہیں۔''

آگے چل کر لکھا ہے: افسوس حیدر آباد میں امراء کی صحبت ''دراسات اللبیب فی اسوۃ الحسنۃ بالحبیب'' مولفہ ملا معین ٹھٹھوی (المتوفی ۱۱۶۱ھ) اور شیخ طوسیحی کی مجمع البحرین کے مطالعہ نے آخر عمر میں اہلبیت سے محبت غلو کے انتہا تک پہنچادی تھی اور تفضیلی قسم کے تسنن کا رنگ غالب آ گیا تھا آپ نے اس کو تبلیغی انداز میں جابجا بیان کیا ہے۔ صفحہ ۱۰۲

نزل الابرار: اور جہاں تک نزل الابرار سے لیے گئے دوسو مسائل کا تعلق ہے تو یہ اکثر فقہ حنفی کی کتابوں میں موجود ہیں انہی سے ماخوذ ہیں۔

مثلاً نمبر ۴۶۔ جانور کی شرمگاہ میں جماع کیا تو غسل فرض نہیں۔

نمبر ۴۷:۔ جانور کی دبر میں جماع کیا تو غسل فرض نہیں۔

نمبر ۴۹:۔ مردہ عورت سے جماع کیا تو غسل فرض نہیں۔

نمبر ۵۳:۔ خنثیٰ مشکل سے کسی نے جماع کیا تو دونوں میں سے کسی پر غسل فرض نہیں۔

نمبر ۵۴:۔ آلہ تناسل پر کپڑا لپیٹ کر جماع کیا جماع کی لذت نہ آئی تو غسل فرض نہیں۔

یہ سارے مسائل فتاویٰ عالمگیری جلد ۱ صفحہ ۱۵ میں موجود ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۵۳:۔ سات سال کے لڑکے نے کسی عورت سے صحبت کی تو حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

مسئلہ نمبر ۱۵۴:۔ سات سال کی لڑکی نے جوان مرد سے صحبت کرائی تو بھی حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔ یہ دونوں مسئلے فتاویٰ عالمگیری ج:۱ صفحہ ۲۷۵ میں موجود ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۵۹:۔ نکاح میں خمر یا خنزیر کا مہر مقرر کیا تو نکاح صحیح ہے۔ یہ فتاویٰ عالمگیری ج:۱ صفحہ ۳۰۸ میں موجود ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۸۷:۔ اگر عورت کی طرف دیکھا اور تفکر کیا جس سے منی خارج ہو گئی تو روزہ نہیں ٹوٹا۔

یہ مسئلہ فتاویٰ عالمگیری ج:۱ صفحہ ۲۰۴ میں موجود ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۹۹:۔ عورت کو سوگ میں سیاہ کپڑا پہننا جائز ہے۔ یہ مسئلہ فتاویٰ عالمگیری ج:۱ صفحہ ۱۶۷ میں موجود ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اب نزل الابرار کے وہ مسائل جو درحقیقت فقہ حنفیہ کے مسائل ہی ہیں ان کے متعلق واجب الاحترام جناب اوکاڑوی صاحب کا یہ فرمانا کہ یہ ایسی خرافات ہیں جو سکھوں نے اپنے گرد کی طرف یا مرزائیوں نے اپنے نبی کی طرف بھی منسوب نہیں کیں اور یہ صرف لامذہبوں کا ہی حصہ ہے۔ فقہ حنفیہ کے پلے کچھ نہیں چھوڑتا۔ معلوم ہوتا ہے اوکاڑوی صاحب غیر مقلد ہو گئے۔ انہوں نے یہ بالواسطہ فقہ حنفیہ پر چوٹ کی ہے اور بڑی زوردار کی ہے ہم اُن کے مشکور ہیں۔ انہوں نے ہمیں ان مسائل کی تردید سے مستغنی کر دیا ہے۔ جہاں تک ہمارا معاملہ ہے ہمارا مذہب قرآن وحدیث ہے۔ جو بات قرآن اور حدیث کے خلاف ہو وہ چاہے فقہاء احناف نے لکھی ہو یا مولانا وحید الزمانؒ نے یا کسی اور اہلحدیث نے اسے بے شک چولہے میں ڈالو۔ اس قسم کے مسائل کسی بھی مذہب کے لیے بدنامی کا باعث ہیں۔ اگر حنفیہ بھی فقہ حنفی کے غلط مسائل کی اسی طرح تردید فرما دیں اور ان سے اظہار برات کر دیں تو ان کی جان چھوٹ سکتی ہے مگر اس کے لیے جرات

اور کتاب وسنت کا جذبہ درکار ہے۔

صفدر جالندروی: ایک اور صفدر صاحب ہیں یعنی ابومعاویہ صفدر جالندروی انہوں نے ایک پمفلٹ لکھا ہے ''غیر مقلدین سے دوسوسوالات'' معلوم ہوتا ہے مقلدین کے یہ سب جاوید میاں داد ملکر آجکل ہمارے خلاف سنچریاں بنانے میں مصروف ہیں مگران صاحب نے وقت ہی ضائع کیا ہے۔ مقصدان کا یہ ہے کہ تمام مسائل کی تفصیلات اور جزئیات قرآن وحدیث میں نہیں ملتیں۔

سوال نمبر۱۶۳ ملاحظہ ہو۔ آج کل سب غیر مقلدین بھینس کا دودھ پیتے ہیں گھی کھاتے ہیں دہی اور لسی استعمال کرتے ہیں اس کے لیے کوئی صریح حدیث پیش فرمائیں۔ اونٹ گائے وغیرہ پر قیاس نہ کریں۔

گزارش ہے کہ یہ سوالات جن میں اکثر لایعنی ہیں اگر ہم ان کی وضاحت قرآن وحدیث سے پیش نہیں کرسکتے تو اس سے تقلید شخصی کا ثبوت کیسے مل جائے گا۔

یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے چاول سفید ہیں۔ لہذا زمین گول ہے۔ مقلدین سے ہمارا اختلاف اجماع صحابہ یا مجتہدین کے اجتہادات سے فائدہ اٹھانے کے بارے میں نہیں ہے تقلید شخصی کے بارے میں ہے انہیں صحیح صریح اور غیر معارض دلائل سے امام ابوحنیفہؒ کی تقلید ثابت کرنی چاہیے بلکہ جن کے یہ مقلد ہیں انہی سے ثابت کر کے دکھادیں۔ میں پوچھتا ہوں اگر ان سوالات کا حل قرآن وحدیث میں نہیں تو کیا ان سوالات کا حل صرف امام ابوحنیفہؒ کی تقلید میں ہے کیا امام ابوحنیفہؒ کو کوئی خاص الہام ہوتا تھا جس سے دوسرے مجتہدین امت محروم تھے بلکہ عرض یہ ہے کہ جس طرح انہوں نے ہم سے مطالبہ کیا ہے کہ دوسوسوالات کے لیے کوئی صریح آیت یا صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کریں تو کیا ہم یہ مطالبہ نہیں کرسکتے ان دوسوسوالات کا جواب امام ابوحنیفہؒ سے صحیح سند کے ساتھ پیش کردیں۔ نیز میں حیران ہوں یہ لوگ ہمیں غیر مقلد ہونے کی ''گالی'' دیتے ہیں اور اپنے مقلد ہونے پر فخر بھی کرتے ہیں جیسے یہ کوئی بہت بڑا تمغہ ہو جو انہیں مل گیا ہو اور ہمیں نہ ملا ہو۔ پھر نہ جانے یہ اسے اپنے علماء کی شان میں کیوں نہیں بیان کرتے مثلاً ایسا کیوں نہیں کہتے مولانا مقلد فلاں خاں صاحب یا جناب شیخ التقلید فلاں صاحب یا مفتی تقلید حضر فلاں صاحب یا اپنے اداروں کے بارے میں اس طرح لکھیں انجمن خدام تقلید اکیڈمی یا دارالمقلدین یا جامعہ تقلیدیہ مسجد مقلدین مدرسہ نصرۃ

المقلدین یا جمعیۃ نوجوانان تقلید و بدعت حسنہ یا مکتبہ تقلیدیہ وغیرہ۔ بلکہ شعبان میں بخاری شریف کی آخری حدیث کی بجائے ہدایہ شریف کے آخری قول شریف کا درس شریف کرایا کریں رمضان شریف میں شبینے بھی کنز ،قدوری کے کرایا کریں۔ معلوم ہوتا ہے یہ خود بھی مقلد کہلانے سے شرماتے ہیں اور ان میں باقاعدہ غیر مقلدیت کے جراثیم پائے جاتے ہیں۔

امام اعظم ابو حنیفہ اکیڈمی: عیدالاضحیٰ کے موقع پر امام ابوحنیفہؒ اکیڈمی گوجرانوالہ کی طرف سے شائع کردہ اکتالیس سوالات پر مشتمل ایک دوورقہ نظر پڑا جس کا نام ہے غیر مقلدین سے مسائل قربانی کے بارے میں سوالنامہ شروع میں لکھا ہے مندرجہ ذیل سوالات کا جواب صرف قرآن پاک کی صریح آیت یا صحیح صریح غیر معارض حدیث سے دیں کسی امتی کا قول نقل کر کے مشرک نہ بنیں۔ اپنے قیاسات لکھ کر شیطان نہ بنیں۔

سوال نمبر۱۰ یہ ہے۔ مسنہ کا مادہ کیا ہے یہ لفظ واحد ہے یا تثنیہ یا جمع گمنام سائل کی خدمت میں عرض ہے کہ قرآن وحدیث سے ہماری مراد کتاب اللہ اور سنت رسول ہے۔ المنجد

قاموس نہیں ہے۔

سوال نمبر۱۱ ملاحظہ فرمایئے۔ ثنی کا مادہ کیا ہے فقہاء اور شارحین حدیث نے قربانی کی حدیث میں کیا معنی کیا ہے اس معنی پر اتفاق ہے یا اختلاف اور کیوں؟

حیرت ہے ایک طرف لکھتے ہیں صرف قران وحدیث سے جواب دیا جائے دوسری طرف پوچھتے ہیں فقہا وشارحین نے ثنی کا کیا معنی کیا ہے اسی سے قارئین اِن کی ذہنی پراگندگی کا اندازہ فرمالیں۔ اہلحدیث کی مخالفت کے جوش میں کیا انٹ شنٹ باتیں ان کی زبان وقلم سے نکل رہی ہیں۔ یہ لوگ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے لیے بدنامی کا باعث بن رہے ہیں۔

اصل بات یہ ہے ہم لوگ صرف اس قول کے خلاف ہیں جو قرآن وحدیث سے متصادم ہو۔ جیسا کہ ابلیس لعین نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے بالمقابل قیاس کا گھوڑا دوڑا کر شیطنت کا ثبوت دیا تھا۔ مجھے یہ کہتے ہوئے نہایت دکھ ہوتا ہے کہ فقہ حنفی میں ایسی مثالوں کی کمی نہیں ہے۔

ڈیروی صاحب: مدرسہ نصرۃ العلوم کے ایک ہونہار مدرس جناب حافظ حبیب اللہ ڈیروی صاحب ایک کتاب لکھی ہے ہدایہ علماء کی عدالت میں جسمیں لکھتے ہیں ایک واقعہ (غالباً نصرۃ العلوم والوں کے ہاں)مشہور ہے کہ ایک حنفی نے اہلحدیث لڑکی سے نکاح کیا وہ لڑکی ہر وقت خاوند کو بخاری شریف پر عمل کرنے کی ترغیب دیتی رہتی تھی ایک دفعہ خاوند نے اس لڑکی کو کہا کہ آج الٹی لیٹ جامیں نے تیری دبرزنی کر کے بخاری شریف پر عمل کرنا ہے اس عورت نے کہا کیا یہ بات بخاری میں موجود ہے؟ تو خاوند نے بخاری کا یہ صفحہ (تفسیر **نساء و کم حرث لکم**) کھول کر علامہ وحید الزمان غیر مقلد کا ترجمہ اردو بخاری پر پڑھ کر سنایا عورت کہنے لگی مجھے معاف کرو آئندہ بخاری پر عمل کرنے کے لیے تجھے تنگ نہیں کروں گی صفحہ ۹۶، ۹۷۔

اندازہ فرمالیجیے ان احناف کے دل میں بخاری شریف کے خلاف کتنا بغض اور زہر بھرا ہوا ہے حالانکہ بخاری شریف سے ہماری مراد اس میں موجود احادیث نبویہ ہوتی ہیں نہ کہ کچھ اور دبرزنی کا جواز نہ حدیث شریف سے ثابت ہے نہ حضرت امام بخاری نے کوئی ایسا فتویٰ دیا ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ''**انی شئتم**'' کی تفسیر بیان کی ہے وہ بھی واضح لفظوں میں نہیں ہوسکتا ہے وہاں ''فی'' کے آگے ''دبرھا کی بجائے فرجھا'' محذوف ہو۔ چنانچہ اس سے اگلی روایت میں اس آیت کا شان نزول حضرت جابرؓ سے یوں بیان فرمایا ہے۔ **کانت الیھود تقول اذا جامعھامن ورائھا جاء الولد احول فنزلت نساء کم حرث لکم فاتو**

احرثکم. یہود کہتے تھے اگر پیچھے سے صحبت کی جائے تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے تو یہ آیت نازل ہوئی **نساء کم حرث لکم فاتوا احرثکم انی شئتم**۔ ظاہر ہے کہ یہاں فرج ہی مراد ہوسکتا ہے۔

احناف کے نزدیک اہلحدیث تو خیر کسی قطار شمار میں نہیں یہ مذاہب اربعہ کو حق اور متبوع جانتے ہیں ان کی خدمت گزارش ہے کہ حافظ ابن حجر نے اس آیت کی تفسیر کے تحت امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا بھی ایک قول دبرزنی کے حق میں بیان فرمایا ہے بلکہ اس مسئلہ پر امام شافعیؒ نے حنفیہ کے امام محمدؒ کو لاجواب کر دیا تھا۔ حنفیوں نے عبداللہ بن عمرؓ کی تفسیر کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ **فاتو احرثکم** سے مراد یہ ہے کہ مرد عورت سے جماع کرے بعض لوگ اغلام کرتے تھے چنانچہ اس آیت سے اس فعل سے روکا گیا ہے۔

(ترجمہ بخاری صفحہ ۱۳۱/۷ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

اب میں نصرت العلوم والوں سے پوچھتا ہوں سابق متعصب حنفی مقلد علامہ وحید الزمان نے عبد اللہ بن عمرؓ کی تفسیر کا ترجمہ صحیح کیا ہے یا غلط کیا ہے اگر صحیح کیا ہے تو پھر حنفیوں نے غلط کیا ہے۔ کہ یہ ہیرا پھیری نہیں ہے اگر غلط کیا ہے تو پھر امام بخاریؒ کا کیا قصور؟ امام بخاری کے خلاف اتنا گند الطیفہ گھڑتے ہوئے انہیں شرم نہ آئی کیا اپنے حجروں میں بیٹھ کر یہ یہی کسب کیا کرتے ہیں۔ انہیں کسی نے نہ روکا؟ فقہ حنفی کی عبارتوں کو لے کر ہزاروں گندے لطیفے گھڑے جا سکتے ہیں مگر اپنا ذہن اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اساتذہ کرام نے یہ تعلیم نہیں دی ہے مائیں بہنیں سب مسلمانوں کی ایک جیسی ہوتی ہیں نیز میرے بھائی اگر آپ بخاری شریف سے اتنے ہی تنگ ہیں تو اپنے مدرسہ سے دورہ حدیث موقوف فرمادیں کسی حکیم نے آپ کو مشورہ دیا ہے کہ ضرور تنگ ہونا ہے۔ آپ کے پاس انشاء اللہ الھدایہ کالقرآن موجود ہے بس اسی پر اکتفا فرمایا کریں جیسا کہ پہلے آپکے ہاں ہوتا آیا ہے۔

تردید یا تائید: محترم ڈیروی صاحب نے یہ کتاب اس بندہ ناچیز کی ایک کتاب کے جواب میں لکھی ہے جس کا نام ہے ہدایہ عوام کی عدالت میں اس میں ہدایہ کی موضوع روایتوں کی نشاندہی کی گئی ہے ڈیروی صاحب نے جواب لکھ کر دراصل میرے موقف کی تائید فرمائی ہے درحقیقت دیگر علماء اور فقہاء کی فروگذاشتیں بیان کر کے انہوں نے ثابت کر دیا کہ پیغمبر کے سوا معصوم کوئی نہیں ہوتا ہمارا مقصد بھی تو یہی ہے۔

ادب: پتہ نہیں مولانا کب کے بھرے بیٹھے تھے میرے کتاب لکھنے کی دیر تھی کہ پریشر ککر کی طرح پھٹ پڑے امام المحدثین محمد بن اسماعیل بخاری سے لیکر استاذ محترم شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ تک سب کی ایسی تیسی پھیر ڈالی اور ایسی زبان استعمال کی جوانہی کو زیب دیتی ہے۔ سچی بات ہے کہ اس میدان میں (12) ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ غالباً ان کے نزدیک ادب صرف علماء احناف کے احترام کا نام ہے باقی سب کی بے ادبی ان کے نزدیک عین ادب ہے۔

اگر ہمارا قصور یہی ہے کہ ہم جناب امام ابو حنیفہؒ کی تقلید نہیں کرتے اور اسی وجہ سے مقلدین کی لغات میں ہمارا نام غیر مقلدین بے ادب گستاخ اور وہابی پڑ گیا ہے تو میں پوچھتا ہوں کیا یہ لوگ امام شافعیؒ کی یا امام

مالکؒ کی یا امام احمد بن حنبلؒ کی یا کسی اور امام کی تقلید کرتے ہیں۔ اگر نہیں کرتے تو کیا یہ ان سب کے گستاخ ہیں کیا یہ مسئلہ کہیں لکھا ہوا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کی تقلید نہ کی جائے تو گستاخی ہے باقی اور کسی امام کی تقلید نہ کرنا گستاخی کے زمرہ میں نہیں آتا۔

اندھے مقلد: جناب ڈیروی صاحب نے خاکسار کو اپنی کتاب میں بار بار اندھے مقلد سے یاد کیا ہے معلوم ہوتا ہے اندھا مقلد ہونا اتنی بُری بات ہے کہ اسی لفظ سے باقاعدہ کسی کو گالی دی جاسکتی ہے تو جو ہوں ہی اندھے مقلد یعنی جن کا مذہب ہی اندھی تقلید ہو اور جو اندھے مقلد ہونے پر فخر کرتے ہوں ان کا کیا حال ہوگا۔ میں نے گالی نہیں دی۔ ایک حقیقت بیان کی ہے ان کی کتابوں میں لکھا ہے مقلد وہ ہوتا ہے جو بغیر دلیل کے اپنے مجتہد کی بات مانے۔

ھدایہ کی حدیثیں: بندہ نے اپنی کتاب میں لکھا تھا مجھے اعتراف ہے کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے اس میں میری تحقیق کو مطلق دخل نہیں ہے بلکہ یہ سب کچھ ہدایہ کے بین السطور میں لکھا ہے اس کے حاشیہ میں لکھا ہے۔ حافظ ابن حجر کی کتاب الدرایہ فی تخریج الھدایہ میں لکھا ہے جس پر مقدمہ ہدایہ جلد۲ صفحہ۲ میں اعتماد کا اظہار کیا گیا ہے اور ہدایہ کے ساتھ منسلک ہے (صفحہ۹)

جناب ڈیروی صاحب نے آخری خط کشیدہ الفاظ خلاف مزاج سمجھ کر نقل نہیں کیے اس سے پہلی عبارت نقل کر کے بندہ کے متعلق لکھ دیا کہ وہ اندھے مقلد ہیں اور اندھی تقلید میں سب کچھ لکھ مارا (صفحہ۷)۔ میرے بھائی جب گھر کی قابل اعتماد شہادتیں مل جائیں اور اہل خانہ خود اپنے اپنے جرم کا اعتراف کر رہے ہوں تو مزید شہادتوں کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔

بندہ نے اپنی کتاب کا نام رکھا ''ہدایہ عوام کی عدالت میں'' محترم ڈیروی صاحب کو اس پر بھی اعتراض ہے فرماتے ہیں ایک خالص علمی کتاب کو عوام جہلاء کی عدالت میں پیش کرنا یہ تو بڑی حماقت و جہالت ہے (صفحہ۵۲)۔ میرے بھائی علماء کو تو پہلے ہی علم ہے کہ ہدایہ میں بیان کردہ احادیث کی کیا حیثیت ہے ان کو بتلانا تحصیل حاصل ہے بتلانا تو عوام کو چاہیے۔ جنہیں پتہ نہیں ہے اور جن کے ایمان کو ایک سازش کے تحت تقلید کے اندھیروں میں رکھ کر لوٹا جا رہا ہے صرف علماء نے نہیں عوام نے بھی اللہ تعالیٰ کو جان دینی ہے۔ غالباً

ڈیروی صاحب کے پاس میری کتاب کا پہلا ایڈیشن ہے اگر دوسرا ایڈیشن ہوتا تو شاید وہ یہ اعتراض نہ کرتے۔ اہل علم کے نزدیک ہدایہ کی حدیثوں کی کیا اہمیت ہے اس کے متعلق دوسرے ایڈیشن میں ایک اور گھر کی شہادت ذکر کی گئی ہے۔ مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی حنفی لکھتے ہیں ہدایہ کوئی حدیث کی کتاب نہیں کہ کسی حدیث کے لیے صرف اس کا حوالہ کافی سمجھا جائے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ ہدایہ میں بہت روایات بالمعنیٰ ہیں اور بعض ایسی بھی ہیں جن کا حدیث کی کتابوں میں کوئی وجود نہیں۔ (بینات دسمبر ۱۹۸۱)

شاہ ولی اللہ : بندہ نے اپنی کتاب میں گھر کے بھیدی کے تحت فقہائے احناف کی حدیث دانی کے متعلق شاہ ولی اللہ کا تبصرہ بھی نقل کیا ہے جواب میں ڈیروی صاحب فرماتے ہیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کو کبھی تو غیر مقلدین حضرات غیر مقلد لکھ دیتے ہیں اور کبھی حنفی اور گھر کا بھیدی (صفحہ ۸۳) گزارش ہے کہ شاہ ولی اللہؒ نے تقلید کو پسند نہیں فرمایا۔ بلکہ وہ تو رفع یدین کے بھی قائل تھے (حجتہ اللہ البالغہ ج ۲ صفحہ ۱۰) حنفیہ کی طرف انہیں منسوب اس لیے کیا ہے کہ وہ ان پر ناجائز قبضہ کیے ہوئے ہیں۔ اب خیر سے ان کے نام پر گوجرانوالہ میں حنفیہ کی طرف سے یونیورسٹی تعمیر ہونے لگی ہے اب نہ جانے جس یونیورسٹی میں تقلید کی تعلیم دی جائے گی اور رفع یدین کے خلاف کتابیں لکھی جائیں گی اس کا حضرت شاہ ولی اللہ سے کیا تعلق ہوگا۔

جھوٹ: ڈیروی صاحب نے بندہ کی ایسی غلطیاں بھی پکڑی ہیں جن کا تعلق صرف کتابت سے ہے جنہیں وہ بڑھا چڑھا کر اور جھوٹ کہہ کر ظاہر فرماتے ہیں مثلاً میری کتاب میں صاحب ہدایہ کا سن وفات ۵۹۱ھ پڑھا جاتا ہے جس کے متعلق وہ فرماتے ہیں خواجہ صاحب کا جھوٹ نمبر ۱ (صفحہ ۵۳)
حالانکہ اگر غور سے دیکھتے تو انہیں نظر آجاتا ہے کہ ہندسہ ۹۱ نہیں ہے ۹۳ ہے مگر پھیکی روشنائی میں یہ پریس کی مہربانی ہے اس سے پہلے ایڈیشن میں کئی حروف مٹے ہوئے ہیں۔ اگلے ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر دی گئی ہے جو ڈیروی صاحب کی کتاب منظر عام پر آنے سے پہلے چھپ چکا تھا۔ ان کے نزدیک خاکسار کا جھوٹ نمبر ۵ یہ ہے کہ بندہ نے علامہ شامی کی درمختار کو ردالمختار لکھ دیا (صفحہ ۶۵) اصلاح کا شکریہ۔ لیکن معلوم ہوتا ہے پہلے خود ان کی کتاب میں بھی ردالمختار ہی لکھا تھا پھر کاٹ کر اسے صحیح کیا گیا ہے۔ اس پر باقاعدہ تصحیح کا نشان موجود ہے بلکہ ان کے ایک ہم تقلید بھائی مولانا محمد شریف صاحب بھی اپنے رسالہ درمختار پر

اعتراضات کے جوابات کے صفحہ ۵ پر لکھتے ہیں "ردالمختار علیٰ درمختار" تو ہمارے نزدیک یہ کوئی ایسی غلطی نہیں جسے جھوٹ کہا جائے۔

مولانا عبدالحی صاحبؒ: بندہ نے مولانا عبدالحی کا قول نقل کیا تھا من الفقهاء من ليس لهم حظ الاضبط المسائل الفقهيه من دون المهارة فى الروايات الحديثية (مقدمہ عمدۃ الرعایہ صفحہ ۱۳)

ان فقہاء کو صرف فقہی مسائل اکھٹے کرنے سے دلچسپی تھی بغیر اس کے کہ انہیں علم حدیث کی بھی مہارت اور تجربہ ہو۔ فرماتے ہیں من الفقهاء کا ترجمہ ان فقہا نہیں بلکہ یہ ہے فقہاء میں سے بعض ایسے ہیں (صفحہ ۸۷) چلو مان لیا۔ لیکن اس سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ جو بعض فقہا ایسے ہیں لکھنوی صاحب کے نزدیک ان میں سرفہرست صاحب ہدایہ ہی ہیں (اجوبہ فاضلہ) اس کی مثال بالکل ایسے ہے جیسے کسی شہر کے آدھے لوگ بےوقوف نہیں ہیں۔

شراب اور فقہ حنفی: بندہ نے اپنی کتاب میں لکھا تھا حدیثیں نہ ہوئیں چھوہارے اور منقے ہوئے جن کی شراب بنا کر ان کے نزدیک پینا جائز ہے (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۴۲۰) اس کے متعلق ڈیروی صاحب بعنوان بہتان عظیم کے تحت فرماتے ہیں شیرہ انگور شیرہ کھجور وغیرہ کے متعلق حکم یہ ہے کہ جب واضح طور پر ان میں سکر پید ہو جائے تو یہ خمر (شراب) کے حکم میں ہو جائے گا ورنہ نہیں (صفحہ ۲۳۱)۔

معاف رکھنا ڈیروی صاحب نے یہ اپنے مسلک کی صحیح ترجمانی نہیں فرمائی عزت بچانے کے لیے انھوں نے تقیہ سے کام لیا ہے بس ان کی یہی ادا خطرناک ہے کہ یہ اپنے مذہب کو چھپاتے ہیں اور جب ہم اسے ظاہر کرنے کی گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں تو ہم پر گالیوں کی بوچھاڑ شروع ہو جاتی ہے۔ ہدایہ میں صاف لکھا ہے کہ ابن زیاد کو حضرت ابن عمرؓ نے کھجور اور منقے سے پکایا ہوا ایسا شربت پلایا جس سے ان کے لیے گھر کی راہ معلوم کرنا مشکل ہو گیا۔ اور اس کے حاشیہ میں لکھا ہے اس سے معلوم ہوا کھجور اور منقےٰ سے بنائی ہوئی شراب حلال ہے اگرچہ اس میں تیزی بھی پیدا ہو جائے اور وہ نشہ آور بھی ہو جائے اس لیے کہ حضرت ابن عمرؓ نے ابن زیاد کو جو شراب پلائی تھی وہ نشہ آور ہی تھی۔ (ہدایہ اخیرین صفحہ ۴۲۰)

نیز لکھا ہے ما يتخذ من الحنطة والشعير والعسل والذرة حلال عندابى حنيفه ولا

یحد شاربه عنده وان سکر منه (ہدایہ آخرین صفحہ ۴۱۹م،۴۲۰)

گندم، جو، شہد اور جوار سے بنائی ہوئی شراب امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حلال ہے۔ پینے والے پر حد نہیں لگائی جائے گی اگرچہ اسے پی کر وہ نشہ میں بھی آجائے۔

تخریج ھدایہ: باقی محترم ڈیروی صاحب نے جس طریقہ سے احادیث ہدایہ کے حوالے تخریج کرنے کی کوشش کی ہے اور کتاب کا حصہ دوم بھی لکھنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ تو اگر ضرورت سمجھی تو سب کا اکٹھا جواب دیا جائے گا۔ (انشاءاللہ) تاہم معزز مقلدین سے اتنا عرض ہے کہ وہ آئندہ سے حافظ ابن حجرؒ کی تخریج ہدایہ کی بجائے علامہ ڈیروی صاحب کی تخریج ہدایہ کے ساتھ منسلک فرمایا کریں۔

اھلحدیثوں سے چندہ: نیز گزارش ہے کہ مدرسہ نصرۃ العلوم کے موحدین اہلحدیثوں سے چندہ لیتے وقت انھیں بتلا دیا کریں کہ اس کا مصرف کیا ہے اور یہ کہ آئندہ کن کن اہلحدیثوں کو گالیاں دینے کا پروگرام ہے۔ نمونے کے طور پر انھیں یہ اپنی تصنیفات بھی دکھلا دیا کریں تاکہ انھیں ان کی دینی خدمات کا صحیح پتہ بھی چل جایا کرے۔

آخر میں استدعا ہے کہ اپنی مخصوص فقہ کے جنون میں دیوبندی مقلدین نے مسلمانوں کو نظروں سے گرانے کے لیے قرآن وحدیث کے خلاف جو نجس کاروبار اور مذموم پراپیگنڈا شروع کر رکھا ہے خدا کے لیے اس سے اجتناب فرمائیں۔

وما علینا الا البلاغ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظریہ پاکستان اور اس کے تقاضے

اسلام کی بنیاد

پاکستان ایک اسلامی نظریاتی مملکت ہے۔ اسلام کے نام پر اس کا وجود عمل میں آیا تھا۔ لہٰذا قدرتی طور پر پاکستان کا وہی نظریہ ہوسکتا ہے جو خود اسلام کا نظریہ ہو جو سب کو معلوم ہے کہ اسلام کی بنیاد توحید و رسالت پر ہے۔۔۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

مَن شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّار (مسلم)

جو گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے جہنم کی آگ حرام کردی۔

نیز فرمایا

مَنْ قَبِلَ مِنِّیَ الْكَلِمَةَ الَّتِیْ عَرَضْتُ عَلٰی عَمِّیْ فَرَدَّهَا فَهِیَ لَهُ نَجَاةٌ (احمد)

وہ کلمہ جو میں نے اپنے چچا (ابوطالب) کے سامنے پیش کیا تھا مگر انہوں نے ردّ کردیا جس نے اسے قبول کرلیا وہ نجات پائے گا۔ (احمد)

اور فرمایا

بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ. (الصحیحین)

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ ۱۔ کلمہ شہادت ۲۔ نماز ۳۔ زکوٰۃ ۴۔ حج ۵۔ اور روزہ

قرآن پاک میں ایک اسلامی حکومت کا منشور یا نظریہ یا مقصد یا نصب العین بھی تقریباً یہی بیان ہوا ہے۔

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ
وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ط (الحج ، ۴۱)

ہم اگر انہیں زمین میں حکومت دیتے ہیں تو وہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں
اور نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں۔

جب پاکستان کی جنگ لڑی جارہی تھی۔ جب اس کے لئے قربانیاں دی جارہی تھیں۔ جب اس کے لیے خاک وخون میں لوٹا جارہا تھا۔ جب اس کے لئے عزتیں لٹائی جارہی تھیں۔ اور جب اس کے لیے اپنے محبوب وطنوں کو خیر باد کہا جارہا تھا تو اس وقت بھی فضا میں یہی نعرہ گونج رہا تھا۔ لا الہ الا اللہ

فرمودات قائد اعظم : بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناحؒ نے فرمایا تھا مسلمان ایک الگ قوم ہیں وہ اپنا مخصوص فلسفۂ زندگی رکھتے ہیں اور اس مخصوص فلسفۂ زندگی کی نشو نما اور اس کے استحکام و بقا کیلئے وہ ایک الگ فضا چاہتے ہیں۔ انہیں ایک اسلامی ریاست کی ضرورت ہے، ایک ایسی اسلامی ریاست جس میں خدا پرست مسلمان، بت پرست ہندو الگ رہ کر اپنے قومی وملی تشخص کو برقرار رکھ سکیں۔

آپ نے فرمایا: تقسیم ہند کے مطالبہ کی ضرورت کیوں پیش آئی، اس کی وجہ نہ ہندوؤں کی تنگ نظری ہے نہ انگریزوں کی چال، یہ اسلام کا بنیادی مطالبہ ہے۔

آپ نے فرمایا: ''ہم دس کروڑ کی قوم ہیں، ہماری جداگانہ ثقافت، تہذیب وتمدن ہے، ہمارا آرٹ۔ فنِ تعمیر، ہمارے قوانین، ضابطۂ اخلاق، معاشرت، رسم ورواج، کھانا پینا، ہماری تاریخ، روایات اور خواہشات سب کچھ جدا ہے، ہمارا کیلنڈر تک جدا ہے۔ ایک قوم گائے کی پوجا کرتی ہے۔ دوسری اسے کھانا پسند کرتی ہے۔

مجرمانہ غفلت : مگر افسوس جب پاکستان منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو گیا تو ہم غلطی سے یہ سمجھ بیٹھے کہ ہمارا مقصد پورا ہو گیا۔ حالانکہ جس مقصد کی خاطر یہ خطۂ ارضی حاصل کیا گیا تھا اور جس نصب العین کے حصول یا جس مشن کی تکمیل کے لئے اس مملکت کی تخلیق کا تجربہ کیا گیا تھا وہ پورا ہونا ابھی باقی تھا ہم اسے یکسر بھول گئے۔ ہم نے اس سے مجرمانہ تغافل برتا۔ تہائی صدی کے اس طویل عرصہ میں وہ کونسا کام تھا جو 1947ء سے قبل یا سرحد

پارنا ممکن تھا جسے ہم نے اپنے ملک میں کر دکھایا۔ فحاشی تو پہلے بھی پھیلائی جا سکتی تھی۔ الحاد کی تبلیغ تو پہلے بھی کی جا سکتی تھی۔ جرائم تو پہلے بھی ہو سکتے تھے۔ ہاں مگر فواحش و منکرات کا جو سیلاب آزادی کے بعد اُمنڈ پڑا ہے۔ قبل ازیں ایسا دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ بے ادبی اور بدتمیزی جن حدوں کو اب چھونے لگی ہے اپنی مثال آپ ہے ۔ چادر اور چار دیواری کی بے حرمتی جس پیمانہ پر اب ہو رہی ہے ایسی پہلے کبھی نہ تھی۔ کسی کو یہ جرأت نہ تھی کہ وہ یہ کہے موسیقی روح کی غذا ہے یا یہ کہے کہ رقص و سرود یا دوسرے لفظوں میں فسق و فجور اس قوم کی ثقافت ہے۔

میں پوچھتا ہوں ہمارے ملک کا نام پاکستان ہے آخر یہ کس چیز سے پاک ہے۔ قتل و غارت سے؟ چوری، ڈکیتی، قزاقی اور زنا سے؟ خرکار کیمپوں سے؟ فحش فلموں سے؟ بلیو پرنٹوں سے؟ وی سی آر سے؟ جھوٹ سے؟ بددیانتی سے؟ اخلاقی دیوالیہ پن سے؟ رشوت سے؟ سود سے؟ غنڈہ گردی سے؟ ظلم سے؟ بے انصافی سے، حرام خوری اور اس کے اثرات سے؟ آخر کس چیز سے پاک ہے......؟

کئی لوگ تو بڑی ڈھٹائی کے ساتھ اسلامی نظریہ کے خلاف ہو گئے جو اس ملک کی بنیاد تھا، جو اس کی ریڑھ کی ہڈی تھا، جو اس کی روح تھا، جو اس کا سب کچھ تھا اور جس کے بغیر یہ ملک بے معنی ہو کے رہ جاتا ہے۔

نظریہ پاکستان کی حفاظت : اگر ان لوگوں کہا جائے کہ وعدہ کے مطابق اس ملک کو اسلام کی ضرورت ہے تو کہتے ہیں کون سا اسلام؟

آہ! ان الفاظ کو سننا بھی ہماری قسمت میں لکھا تھا۔ ان لوگوں کی مخالفت کا یہ عالم ہے کہ آج نظریۂ پاکستان بلکہ دوسرے معنوں میں نظریہ اسلام کی حفاظت ہی ایک مسئلہ بن کے رہ گیا ہے۔ یہ ضرورت محسوس کی جانے لگی ہے کہ ملکی سرحدوں کی حفاظت کے ساتھ ساتھ نظریاتی سرحدوں کی حفاظت بھی ہونی چاہیے۔

واحسرتا! جس نظریہ کی اب تک تکمیل ہو جانا چاہیے تھی ابھی اس کی حفاظت ہی ہمارے لئے الجھن بنی ہوئی ہے۔ ابھی اس کا تحفظ ہی ہمارے لئے جہاد بنا ہوا ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن ۔

جو لوگ اس نظریہ سے بے وفائی کر رہے ہیں وہ درحقیقت اسلام سے بیوفائی کر رہے ہیں۔ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بے وفائی کر رہے ہیں۔ وہ ان لاکھوں کروڑوں کی عوام سے بے وفائی کر رہے ہیں جنہوں نے بے بہا قربانیاں دے کر یہ ٹکڑا حاصل کیا تھا۔

تیری بنیاد میں ہے لاکھوں شہیدوں کا لہو
ہم تجھے گنجِ دو عالم سے گراں پاتے ہیں

یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اس کے بغیر اس کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ جنہیں ملک کا یہ اسلامی نظریہ پسند نہیں ہمیں ان کا وجود پسند نہیں ہم انہیں مجبور بھی نہیں کرتے کہ وہ ضرور اس نظریہ کو پسند کریں، مگر برائے مہربانی یہ لوگ منافقت سے باز آجائیں یا پھر ایسی جگہ چلے جائیں جہاں انہیں اپنے مزاج کے مطابق ذہنی خوراک مل سکے۔ خدا کے لئے پاکستان کے حال پر رحم کیجئے تا کہ یہاں کی عوام بھی سکھ کا سانس لے سکیں۔

نظریاتی بحران: پاکستان بننے کے بعد یہ ملک ایک عجیب نظریاتی بحران، سیاسی کشمکش اور معاشرتی بے راہ روی کا شکار ہو گیا ہے۔ دعویٰ کے مطابق اس کا مذہب اسلام ہے اس کی سیاست امریکی ہے، اس کا فکر روسی ہے۔ اس کی تہذیب فرنگی ہے، اس کی ثقافت ''مادام'' نور جہانی ہے، اس کی ذہنیت یہودیانہ ہے، اس کے رسم و رواج ہندوانہ ہیں اور اس کی طبیعت خالصانہ ہے۔

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا
بھان متی نے کنبہ جوڑا

یعنی ہمیں پتہ ہی نہیں کہ ہم ہیں کیا، کہاں سے چلے آرہے ہیں، جانا کدھر ہے اور منزل کون سی ہے؟ ماضی سے بے خبر ہیں، مستقبل نامعلوم ہے، حال کے سمندر میں بے حال ہیں اور اوٹ پٹانگ خیالات اور لادینی نظریات کے گرداب میں پھنس کر ڈبکیاں لگا رہے ہیں۔

آج کوئی اس ملک کو دیوبند کی طرف کھینچنا چاہتا ہے، کوئی بریلی کی طرف پہنچانا چاہتا ہے، کوئی نجف کی طرف اس کا رخ موڑنا چاہتا ہے کوئی سمجھتا ہے قائداعظم نے پاکستان بنا کر بہت بڑی غلطی کی تھی۔ اس کی ضرورت ہی نہ تھی، وہ دہلی سے محبت کی پینگیں بڑھانے کا متمنی ہے اور کوئی ماسکو سے ہدایات لینا ضروری سمجھتا ہے۔

ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے

دوستو!: ملک کا نام اسلامک ری پبلک رکھنا آسان کام اس لئے کہ اس کے کرنے میں ہمیں کوئی تامل نہ

ہوا۔ لیکن جب یہ کہا جاتا ہے کہ ذرائع ابلاغ اور ریڈیو سے ایسے مخرب اخلاق پروگراموں کو نکال کر باہر کرو تو ارباب حل عقد کی پیشانیوں پر شکن پڑ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو تنگ نظری کی بات ہے اس کے ہاں بالغ نظری کی بات یہی ہے کہ مینا بازار، نیلام گھر، ناٹک، سٹیج شو اور ڈراموں میں عشق و محبت سے بھرپور فحش پروگرام ٹیلی کاسٹ کیے جائیں۔ کیا یہی نظریۂ پاکستان کے تقاضے ہیں۔

یاد رکھئے رقص و سرود اور طاؤس و رباب کی محفلیں قوم اور ملّت کے لئے زہر قاتل سے کم درجہ نہیں رکھتیں۔ کیا پاکستان اسی لئے حاصل کیا گیا تھا کہ مرد و زن کی مخلوط محفلیں سجا کر ملک بھر کے بھنڈوں، مراثیوں اور مغنیوں کے ذریعہ موسیقی کی لے پر قوم کو میٹھی نیند سلا دیا جائے........؟

ذرا غور کیجئے : علامہ اقبالؒ اور قائداعظمؒ کا گاندھی اور نہرو سے جھگڑا کیا تھا؟ گاندھی یہ کہتا تھا کہ قومیت کی بنیاد خطۂ زمین ہے جو ہندوستان کا باشندہ ہے وہ ہندوستانی ہے۔ اقبالؒ اور قائداعظمؒ یہ فرماتے تھے کہ ہم خاک اور نسل کی بنیادوں پر قومیت کے قائل نہیں ہم تو اپنا ایک نظریۂ حیات رکھتے ہیں اور اسی کی بنیادوں پر قومیت کا ڈھانچہ استوار کرتے ہیں۔ قومی نظریہ گونجا اور دنیا نے دیکھ لیا قائداعظمؒ جیت گئے۔ پاکستان معرض وجود میں آ گیا.........لیکن ہوا کیا ہم نے دنیا جہاں کی ناپاکیاں، ارتکاز دولت، علاقائیت پرستی، رشوت ستانی، ذخیرہ اندوزی، اقربا نوازی، کہنہ پروری، فحاشی اور عریانی وغیرہ اس خطۂ زمین پر اکھٹی کر لیں۔ غرضیکہ ہم نے نظریۂ پاکستان کے تقاضے کو پسِ پشت ڈال دیا اور اسلامی اقدار کو نہایت بے دردی سے پامال کیا۔

دوستو! : ہمارا یہ ایمان ہے کہ اگر آج امریکہ، روس اور چین معزز ہیں تو قرآن مجید کے اصولوں پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے معزز ہیں اور اگر ہم آج ذلیل ہیں تو ان اصولوں کو پسِ پشت پھینکنے کی وجہ سے ذلیل ہیں۔ غیروں نے تو مادی ترقی کے ضابطے اور قاعدے اپنا لیے جو قرآن مجید نے نازل کئے گئے تھے اور ہم طاؤس و رباب کی محفلوں میں اپنا وقت اور ملی تشخص برباد کرتے رہے۔ کیا آپ کو یاد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا تھا۔

يَرْفَعُ بِهِ اَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ اٰخَرِيْنَ (رواه مسلم)

اس کتاب کے ضابطوں پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے خدا بعض قوموں کو بلند کرتا ہے

اور ان ضابطوں کو پسِ پشت پھینکنے کی وجہ سے بعض قوموں کو ذلیل کر دیتا ہے۔

افسوس اس ملک میں گزشتہ 60 سال سے اسلام، خدا، رسول ﷺ، جہاد کو اس وقت دہشت گردی اور مجاہدین کو طلباء نائزیشن، اور دہشت گرد وغیرہ کے نام سے لینا شروع کیا ہے۔ ہماری پود نے اسلام کی بات یا تو کرسیوں کے خواہشمند اور اقتدار کی جنگ لڑنے والے حکمرانوں کی زبان سے سنی ہے یا پھر اپنے محلے کے نیم خواندہ مولوی سے۔ اس کا بدیہی نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے نوجوانوں کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی کہ اسلام یا تو Half Education ہونے کا نام ہے یا پھر Exploitation کا نام ہے قصور نئی پود کا نہیں، مجرم ہم ہیں کہ اسلامی نظریہ حیات کے صحیح خدوخال ان کے سامنے اجاگر نہ کر سکے۔ آیئے سنئے قرآن مجید کیا کہتا ہے۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيْثَاقَهُم لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً

بعض قومیں ایسی ہیں جو کہتی ہیں اے اللہ! تو ہمیں ایک خطۂ زمین عطا کر ہم اس میں تیرے نظریۂ حیات کو نافذ کریں گے۔ اور جب ہم انہیں خطۂ زمین عطا کر دیتے ہیں تو وہ ہم سے وعدہ شکنی کرتے ہیں اور آنکھیں پھیر لیتے ہیں۔ ان کی وعدہ شکنی کی پاداش میں ہم نے اسی دنیا میں ان پر لعنتیں بھیجیں۔

اب وقت آن پہنچا ہے کہ ہمیں خاموش تماشائی کا کردار ادا نہیں کرنا چاہیے بلکہ میدانِ عمل میں اتر آنا چاہیے اور جہاں کہیں اور جس طرف بھی نظریۂ پاکستان پر زد پڑتی نظر آئے قوتِ ایمانی کے ساتھ اس کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ وگرنہ

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ.

اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّ هُمْ يَلْعَبُوْنَ .

بستیوں میں رہنے والوں کو کس نے ضمانت دی ہے کہ ہمارا عذاب راتوں رات ان پر نازل نہ ہوگا
جب وہ بے خبر سو رہے ہوں گے۔ کیا بستیوں میں رہنے والوں نے اپنے آپ کو محفوظ سمجھ لیا ہے
کہ ہمارا عذاب دن دیہاڑے ان پر نازل ہوگا جب وہ کھیل کود میں لگے ہونگے

حقیقت ازلی ہے رقابت اقوام
نگاہِ پیرِ فلک میں نہ میں عزیز نہ تو

(اقبالؒ)

نوائے وقت: ان نازک لمحات میں ضرورت ہے کہ اپنے طور پر بھی، حکومتی سطح پر بھی ملک کا رخ تیزی سے اسلام کی طرف موڑا جائے۔ ہنگامی اور انقلابی اقدامات کیے جائیں۔ وقت کے ضیاع سے پہلے ہی ملک کو نا قابلِ تلافی نقصان پہنچ چکا ہے۔ مشرقی پاکستان کا سقوط دراصل ہماری نظریاتی کمزوریوں کا نتیجہ تھا، اب سست روی خطرناک ہوسکتی ہے بین الاقوامی حالات ہمیں مزید عیاشی کی اجازت نہیں دے رہے۔ جب نیت خالص ہے، سمت متعین ہے تو پھر یہ ڈھیل کیسی، انتظار کس بات کا یہ سوچ بچار کس لئے، ان رنگ برنگی میٹنگوں اور کنونشوں کے چسکے سے کیا حاصل؟ اب اسلام سے مذاق ختم ہوجانا چاہیے۔ یہ پیریڈ **وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ** کا نہیں بلکہ **فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ** پر عمل کرنے کا وقت ہے۔ ورنہ یہ غیبی آواز آرہی ہے۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ط
وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُه (البقرة، ۲۱۰)

کیا لوگوں کو اس بات کا انتظار ہے کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ بادل کے سایوں میں آجائے اور فرشتے بھی اور کام انتہاء تک پہنچا دیا جائے اللہ ہی کی طرف تمام کام لوٹائے جاتے ہیں۔

الحمدللہ خوش قسمتی سے کچھ ایسے افراد بھی موجود ہیں جن کے دل میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی محبت سمائی ہوئی ہے۔ کیونکہ حکم خداوندی ہے۔

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ (آل عمران : ۳۲)

کہہ دیجئے اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اگر لوگ منہ پھیر لیں تو بیشک اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم نظریۂ پاکستان کی حفاظت کے علاوہ خود بھی صحیح معنوں میں مسلمان بنیں اور اس قابل ہوں کہ اپنے ملک کو ساری دنیا کے لیے قابلِ رشک نمونہ اور ایک عظیم الشان تجربہ گاہ بنا سکیں آمین۔

اُٹھو وگرنہ حشر نہ ہوگا پھر کبھی
دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

مصنف کی علمی وتحقیقی تصانیف

- قد قامت الصلوۃ
- حی علی الصلوۃ
- تعویذ اور دم کتاب وسنت کی روشنی میں
- وسیلہ
- حدیث اور غیر اہلحدیث
- قبر پرستی اور سماع موتی
- وجہ تسمیہ اہلحدیث
- فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر
- کراچی کا عثمانی مذہب
- ہدایہ عوام کی عدالت میں
- ایثار
- قربانی
- پردہ
- نظریہ پاکستان اور اسکے تقاضے
- اصلی اہلسنت کی دعوت
- تین طلاقیں
- تبلیغی جماعت اپنے نصاب کے آئینہ میں
- اصلی اہلسنت والجماعت
- معرکہ حق وباطل بجواب جاء الحق
- عید میلاد النبی ﷺ کی حقیقت
- تقلید شخصی اور شاہ ولی اللہ

0321-6966921-0321-6423420